مَنَازِلُ السَّائِرِیْن
اِلَی الْحَقِّ عَزَّ شَانُہٗ

مسافرانِ حق کی منازل

مصنف:
فقیہ حنبلی، مفسر، صوفی ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ
متوفی ۴۸۱ھ

تصحیح وارشاد:
نور دیدۂ قبلۂ عالم مہاروی صاحبزادہ میاں محمد ہاشم صاحب منگھیروی دامت برکاتہ

مترجم: پروفیسر افتخار احمد حمید
فاضل بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور کراچی پاکستان

نام کتاب	مسافران حق کی منازل
مصنف	صوفی ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	پروفیسر افتخار احمد حمید
سال اشاعت	جولائی 2019ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

ملنے کے پتے

کاشانہ استاد عبدالرحیم

متصل مسجد نور خواجہ شمس الاسلام

موضع مکرمی (وادئ سون) ضلع خوشاب

0302-7547717

جامعہ شیخ الاسلام، مسجد یارسول اللہ

سبزہ زار، ایچ بلاک، ملتان روڈ لاہور

0312-4552892

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰہِ ؕ

ارمغانِ نسبت

بحضور زینت مشائخ نائب شیخ الاسلام، امیر شریعت

الحاج الحافظ محمد حمید الدین سیالوی

اَدَامَ اللّٰہُ اِظْلَالَ بَرَکَاتِہٖ بِطُوْلِ بَقَائِہٖ وَحَیَاتِہٖ

مصنف کون؟

شاہِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت وعنایت نے کسی کو محروم نہ چھوڑا اور دلِ نیاز پیش کرنے والوں کی آبرو رکھنا انہیں پہ ختم ہے۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وارضاہ عنّا نے خدمتِ میزبانی کیا پیش کی کہ دونوں جہاں میں نام کما لیا۔ آج استنبول میں لوگ سلطان ایوب کہہ کے پکارتے ہیں اور شاہانِ وقت سر جھکائے سلام پیش کرتے ہیں اور ان گنت اعزازات کے علاوہ ایک صلہ یہ بھی مِلا کہ صدیوں بعد نسل میں ابواسماعیل عبداللہ جیسا مردِ خدا پیدا ہوا۔

مصنف کا سلسلۂ نسب

ابواسماعیل بن عبداللہ بن محمد بن علی بن محمد بن احمد بن علی بن جعفر بن منصور بن مت انصاری (المکتبۃ الاسلامیہ ویب)

ولادت: ۳۹۶ھ، ۱۰۰۶ء

وصال: ۴۸۱ھ، ۱۰۸۹ء

جائے سکونت

ہرات۔ آج کل یہ کشورِ افغانستان کا مغربی شہر ہے۔

شیخ عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۸ھ) کا کہنا ہے کہ ابو منصور مت فرزندِ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وارضاہ عنّا خلیفۂ سوم سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنّا کے زمانے میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ وارضاہ عنّا کے ہمراہ خراسان چلے آئے تھے۔ اور ہرات میں سکونت اپنالی تھی۔ اور آپ شیخ ابواسماعیل عبداللہ کے جدِ امجد ہیں۔ (نفحات الانس)

تعلیم وتربیت

صوفیء نامدار حضرت عمو رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں پرورش پائی بعد میں یحییٰ بن عمار اور طاقی سجستانی جیسے نابغۂ روزگار اساتذہ سے قرآن وحدیث پڑھتے رہے۔ بچپن ہی سے زبان

گویا، طبع توانا اور ادبیاتِ فارسی اور عربی میں حیران کن حد تک مہارت تھی لہٰذا ہمدرس رشک اور بعض حسد کی نگاہ سے دیکھتے۔ جوانی میں علوم دینیہ بالخصوص حدیث اور فقہ حنبلی کی طرف متوجہ ہوئے۔ خود کہتے ہیں میں صبح علومِ دینیہ پڑھتا دن کو ایک ادیب کے پاس جاتا اور رات کو علمِ حدیث میں مصروف ہو جاتا میرے پاس کھانے کا وقت نہ ہوتا تھا میری والدہ منہ میں نوالے ڈالتی جاتیں اور میں حدیث شریف لکھتا جاتا۔ ہزاروں احادیث اور لاکھوں اسانید یاد تھیں۔ اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی تو طلبا کو املاء کروا دیتے۔

خانقاہ سے باہر دیدہ زیب لباس پہنتے، اہل دنیا سے کنارہ کش رہتے، جو مال و دولت آتا تقسیم فرما دیتے، وزیروں اور حکمرانوں کے تحائف قبول نہ کرتے، ان جیسے لوگوں کی ذرا پروا نہ کرتے اور اسی وقت ایک مفلس طالبِ حدیث کی قدر افزائی فرما رہے ہوتے۔

دو بار حج کیا ایک بار براستہ رَے اور دوسری بار بغداد گئے سفرِ حج میں ہی حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا! (پروردگار چہ درحجاز و چہ در خوارزم حاضر است) یعنی حجاز ہو یا خوارزم ذات خدا ہر جگہ جلوہ گر ہے۔

خود اپنے بارے میں کہتے ہیں! عبداللہ بود مردِ بیابانی میرفت بطلبِ آبِ زندگانی کہ ناگاہ رسید بہ ابوحسن خرقانی چنداں کشید آبِ زندگانی کہ نہ عبداللہ ماند نہ خرقانی۔

عبداللہ ایک بیابانی شخص تھا زندگی کے لیے پانی طلب کرنے نکلا کہ اچانک ابوحسن خرقانی کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور زندگی کا پانی اس طرح کشید کیا کہ عبداللہ رہا نہ خرقانی رہا۔

اس خونی جگر انسان نے حضرتِ آدم علیہ السلام کے مسجودِ ملائکہ ہونے کی پاسداری اس طرح نبھائی کہ آپ خدا تعالیٰ سے اپنی مناجات میں یوں عرض کرتے ہیں

چوں آتش فراق داشتی آتش دوزخ چرا افراختی

الٰہی! جب تیری آتش فراق ہے تو آتش دوزخ کیوں جلا رکھی ہے؟

آپ کی عربی و فارسی میں درج ذیل کتب موجود ہیں۔

فارسی کتب: مناجات نامہ، نصائح، زاد العارفین، کنز السالکین، ہفت حصار، الٰہی نامہ، محبت نامہ، قلندر نامہ، رسالہ دل وجان، رسالۂ اردات، صد میدان، رسالہ مناقب امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ

عربی کتب: انوار التحقیق، ذم الکلام، منازل السائرین، کتاب الفاروق، کتاب الاربعین۔

اور آپ کے ہاتھوں میں موجود منازل السائرین کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے بدایات (ابتدائی باتیں)، ابواب، معاملات، اخلاقیات، اصول، ادویات احوال، ولایات، حقائق، نہایات (آخری منازل)۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے تحت دس دس ابواب ہیں گویا مجموعی طور پر ان کی تعداد ۱۰۰ ہوگئی اور ہر باب میں تین تین درجات بیان کیے گئے پہلا عوام، دوسرا خواص اور تیسرا اخاص ترین لوگوں کا درجہ۔

میں خوب جانتا ہوں کہ مجھ سے اس ترجمے کی تکمیل کیونکر اور کیسے ہوئی؟

یہ نازنینِ پیر سیال، دلدادۂ شاہ سلیمان و پیرانِ چشتیہ اور نورِ نظر قبلۂ عالم مہاروی صاحبزادہ میاں محمد ہاشم منگھیروی دامت برکاتہم کی ظاہری ومعنوی عنایت تھی کہ ایسا ہوگیا۔ آپ کے حکم سے ترجمہ شروع کیا اور اسی برکت سے یہ کام آسان ہوتا گیا۔

پھر مجھے اپنی نا اہلی کا احساس نہیں بلکہ یقین تھا لہٰذا اسی سال ماہِ رمضان میں اصلاحِ اغلاط کے لیے مسودہ لے کر حاضرِ خدمت ہوا اور مقصد حل کرنے کے لیے تقریباً پانچ دن وقت لیتا رہا۔ اس قحطِ رجال کے زمانے میں اس جیسے موضوع کی کتاب کے ترجمے کی اصلاح کے لیے کوئی ملنا مشکل تھا اور پھر مل جاتا تو اس حسنِ ادا سے شفقت نہ کر پاتا۔

للہ المنّۃ والجزاء

یہ کہتے مجھے شرم تو آ رہی ہے لیکن میرے اللہ!

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر — شریکِ زمرۂ لایحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں — میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

الٰہی! خیر گردانی بحقِ شمسِ دیں، فخری ونوری وسلیمانی

افتخار احمد حمید: مکرّمی وادیٔ سون ضلع خوشاب

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمٰن الرحيم

قال الشيخ ابو اسمٰعيل عبدالله بن محمد الانصاری الهروی رحمه الله تعالیٰ

الحمد لله الواحد الصمد اللطيف القريب المهيمن السميع المجيب الذی أَمطَرَ سرائرالعارفين كرائم الكلم مِن غمائِم الحِكم وَالاَحَ لَهُم لَوائِحَ القِدَمِ فی صَفَائِحِ العَدَمِ وَدَلَّهُم عَلٰى اَقرَبِ السُبُلِ اِلَى المَنهَجِ الاَوّلِ وَ رَدَّهُم مِن مِفرَقِ العِلَلِ اِلىٰ عَيْنِ الاَزَلِ وَبَثَّ فِيهِم ذَخَائِرَهٗ وَاَودَعَهُم سَرَائِرَهٗ وَاَشهَدُ اَن لا اله الا اللهُ وَحدَهٗ لَاشَرِيكَ لَهٗ الاَوّلُ الآخِرُ الظاهرُ الباطنُ الَّذی مَدَّ ظِلَّ التكوين عَلَى الخَلِيقَةِ مَدًّا طَوِيلًا ثُمَّ جَعَلَ شَمسَ التَّكوِينِ لِصَفوَتِهٖ عَلَيهِ دَلِيلًا ثُمَّ قَبَضَ ظِلَّ التَّفرِقَةِ عَنهُم اِلَيهِ قَبضًا يَسِيرًا وَصَلَوَاتُهٗ وَسَلَامهٗ عَلیٰ صَفِيّهِ الَّذِی أَقسَم بِه فی اِقامة حَقِّهٖ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ كَثِيرًا۔

أَمَّا بَعدُ فَاِنَّ جَمَاعَةً مِن الراغبين فی الوقوفِ علیٰ منازل السائرين اِلَى الحقِ عزّاسمهٗ من الفقراءِ من اهلِ القِراءةِ والغُرَباء، طَالَ عَلَیَّ مَسَاءَ لَتُهُم زَمَانًا اَن أُبيّنَ لهم بَيَانًا، ليكونَ علیٰ معالِمِهَا عُنوَانًا فَأَجَبتُهُم بَعد اِستخارتی الله تعالیٰ واستعانتی به وسألونی ان أُرَتِّبَ ترتيبا يشير الیٰ تواليها ويدل عَلَى الفروع التی تليها وان اخليه من كلام غيری واختصره ليكون الطف فی اللفظ واخف فی الحفظ۔ وانی خفت ان اخذت فی شرح قولِ ابی بکر الكتانی اَنّ بين الحق والعبد الف مقام من النور والظلمة طوّلت علیّ و عليهم فذكرت ابنية تلك المقامات التی تشير الیٰ تمامها وتدلّ علیٰ مواقعه وارجولهم بعد صدق قصدهم ما قال ابوعبد الله البسری ان لله عبادا يريهم فی بداياتهم ما فی نهاياتهم ثم انی رتبت لهم فصولا وابوابا يُغنی ذٰلك الترتيب عن التطويل المؤدی الَى الملال ويكون مندوحةعن التسائل فجعلتهٗ مأة مقامٍ مقسومةٍ علیٰ عشرة أقسام وقد قال الجنيد قد ينقل العبد من حال الیٰ حال ارفع منه وقد بقی عليه من التی نقل عنها بقيةٌ فيشرف

عليها من الحالة الثانية فيصلحها وعندی وأنّ العبد لا يصح له مقام حتّٰی يرتفع عنه ثم يشرف عليه فيصححهٔ۔

واعلم أنّ السائرين فی هٰذه المقامات علٰی اختلاف عظيم مفظع، لا يجمعهم ترتيب قاطع ولا يفقرهم منتهی جامع وقد صنف جماعة من المتقدمين والمتأخرين فی هذا الباب تصانيف غير انّها لا نراها أو اكثرها علٰی حسنها مغنية كافية۔ منهم من اشار اِلَی الاصول ولم يشف بالتفصيل ومنهم من جمع الحكايات ولم يلخصها تلخيصا ولم يخصص النكتة تخصيصا ومنهم من لم يميّز بين مقامات الخاصة وضرورات العامة ومنهم من عدّ شطح المغلوب مقاما وجعل بوح الواجد ورمز المتمكن سببا واكثرهم لم ينطق عن الدرجات۔

واعلم أنّ العامة من علماء هذه الطائفة اتفقوا علٰی أنّ النهايات لا تصح الّا بتصحيح البدايات كما أنّ الابنية لا تقوم الا علَی الاساسات، وتصحيحُ البداياتِ هو اقامةُ الامرِ علٰی مشاهدةِ الاخلاصِ ومتابعةِ السنة وتعظِيم النهی علٰی مشاهدةِ الخوفِ ورعايةِ الحرمة والشفقةِ علَی العالَم ببذلِ النصيحةِ وكفِّ الاذية و مجانبة كلِّ صاحبٍ يفسد الوقت وكل سببٍ يُفْتِنُ الْقَلْبَ عَلٰی أنّ الناس فی هذا الشان ثلاثةُ نفرٍ رجل يعمل بين الخوفِ والرجاء شَاخِصًا اِلَی الحبّ مَعَ صُحْبَةِ الحِيَاءِ فهٰذا هو الّذی يُسَمّٰی المريد ورجل مختَطِفٌ مِن وادی التفريق اِلٰی وادی الجَمَع وهو الّذی يقال له المراد۔ ومن سواهما مدّعٍ مفتونٌ مخدوعٌ۔

وجميعُ هٰذهِ المقامات يَجمعُها رتبٌ ثَلاث، الرتبةُ الاولٰی أخذُ القاصِد فی السيرِ والثانية دخولُهُ فی الغربة والرتبة الثالثة حصولهٔ علَی المشاهدة الجاذبة اِلٰی عين التوحيدِ فی طريقِ الغناء وقد أخبرنا فی معنی الرتبة الاوّل الحسين بن محمد بن علی الفرائضی أخبرنا احمد بن محمد بن حسنويه أخبرنا الحسين بن ادريس الانصاری أخبرنا عثمان بن ابی شيبه حدثنا محمد بن بشر العبدی حدّثنا عمر بن راشد عن يحيیٰ بن أبی كثير عن ابی سلمة عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول

اللهﷺ سِيْرُوا سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قِيلَ يَا رَسول اللهِ ما الْمُفَرِّدُوْنَ؟ قال المهتزّون الّذين يهتزّون فی ذکر الله، يضع الذكر عنهم أثقالهم فيأتون يوم القيامة خفافا۔ وهٰذا حديث حسن لم يروه عن يحيیٰ بن كثير الا عمر بن راشد اليمانی وخالف محمد بن يوسف الفريابی فيه محمد بن بشر العبدی فرواه عن عمر بن راشد عن يحيیٰ بن أبی سلمة عن أبی الدرداءِ موقوفا والحديث انّما هو لابی هريرةؓ رواه بندار بن بشار عن صفوان بن عيسٰی عن بشر بن رافع اليمانی امام اهل نجران ومفتيهم عن عبدالله بن عمر عن ابی هريرة مرفوعا واحسنها طريقة وأجودها سندا حديث العلاء بن عبدالرحمٰن عن ابيه عن ابی هريرة عن النبیﷺ وهو مخرج فی صحيح مسلم وروی هٰذا الحديث اهل الشام عن ابی امامة مرفوعا قال فی كلّها (سبق المفرّدون) واخبرنا فی معنی الدخول فی الغربة حمزة بن محمد بن عبدالله الحسينی بطوس قال أخبرنا ابو القاسم عبدالواحد بن احمد الهاشمی الصوفی قال سمعت ابا عبدالله علان بن زيد الدينوری الصوفی بالبصرة قال سمعت جعفر الخالدی الصوفی قال سمعت الجنيد قال سمعت السری عن معروف الكرخی عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده عن علی كرّم الله وجههٗ الكريم عن رسول الله ﷺ قال طلب الحق غربة ـ هٰذا حديث غريب ما كتبناه غالبا الا من رواية علان واخبرنا فی معنی الحصول علی المشاهدة محمد بن علی بن الحسين الباسانی حدثنا محمد بن اسحاق القرشی حدثنا عثمان بن سعيد الرازی حدثنا سليمان بن حرب عن حماد بن زيد عن مطر الوراق عن ابی بريدة عن يحيیٰ بن يعمر عن عبدالله بن عمر بن الخطاب رضی الله عنهما فی حديث سوال جبريل رسول الله ﷺ قال ما الاحسان؟ قال ان تعبدالله كانّك تراه، فان لم تكن تراه فانهٗ يراك۔ هٰذا حديث صحيح غريب أخرجهٗ مسلم فی الصحاح وفی هٰذا الحديث اشارة جامعة لمذاهب هٰذه الطائفة وانی مفصل لك درجات كل مقام منها لتعرف درجة العامة منهم ثم درجة السالك ثم درجة المحقق ولكل منهم شرعة ومنهاج ووجهة هو مولّيها،

وقد نصب لہٗ علم ھو الیہ مبعوث وأتیح لہٗ غایۃ ھو الیھا محثوث وأنا اسأل اللہ تعالیٰ أن یجعلنی فی قصدہ مصحوبا محجوبا وأن یجعل لی سلطانا مبینا انہٗ سمیع قریب۔

واعلم انّ الاقسام الّتی ذکرتھا فی صدر الکتاب ھی قسم البدایات ثم قسم الابواب ثم قسم المعاملات ثم قسم الأخلاق ثم قسم الاصول ثم قسم الادویۃثم قسم الاحوال ثم قسم الولایات ثم قسم الحقائق ثم قسم االنھایات۔

فامّا قسم البدایات فھو عشرۃ ابواب وھی الیقظۃ و التوبۃ والمحاسبۃ والانابۃ والفکر والذکر والاعتصام والفرار والریاضۃ والسماع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتہائی جلیل القدر شیخ ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی نے کہا۔

سب تعریفیں اللہ واحد و یکتا کے لیے ہیں جو قائم رکھنے والا بے محتاج، لطف فرمانے والا، قریب، نگہبان، سننے والا اور دعا قبول فرمانے والا ہے۔

اس نے حکمت کے بادلوں سے عارفین کے لیے رازوں سے بھری باعزت کلمات کی بارش برسائی اور عدم کی تختیوں میں لوائح قدم (ذاتِ حق کے انوار) کو روشن کیا اور راہِ اوّل کی طرف قریب ترین راستے کی راہنمائی فرمائی اور علتوں کی فرق گاہ (جہانِ رنگ و بو) سے عینِ ازل کی طرف لوٹایا۔

پھر ان ہدایت یافتہ لوگوں میں اپنے خزانوں کو ڈال دیا اور انہیں اپنے راز ودیعت فرمائے اور گواہی دی کہ انّہ لاالٰہ الاّھو وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں وہی اوّل، آخر، ظاہر اور باطن ہے۔ اسی نے مخلوق پہ سایۂ تکوین کو پھیلایا اور پھر اپنے آفتابِ قدرت کو مخلوق سے خالص محبت کی دلیل بنایا اور ان سے سایۂ تفرقہ (رنگا رنگ تجلیاتِ ظہور) کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

اور اللہ کی بے حد رحمتیں اور سلام اس برگزیدہ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جن کے حق میں اس نے قسمیں فرمائیں اور ان کی آل پر۔

اہلِ مطالعہ فقراء وغربا کی ایک جماعت جو سائرینِ حق تعالیٰ عزّ اسمہ کی منازل سے واقفیت کے خواہاں تھے عرصۂ دراز سے مجھے کہہ رہے تھے کہ ان منازل کو بیان کروں تا کہ ان کی بلندیوں کا کوئی نہ کوئی عنوان قائم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ سے استخارہ اور استعانت کے بعد میں نے ان کی بات کو مان لیا۔ اور انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ تحریر یوں سلسلہ وار مرتب کروں کہ اپنی متعلقہ فروعات کی بھی نشاندہی کرے۔ اور اس میں کسی اور کا کلام بھی نہ ہو نیز ہو بھی مختصر جو لفظوں میں پر لطف اور یاد کرنے میں آسان ہو۔

مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے ابوبکر کنانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان ''اللہ اور بندے کے درمیان نور وظلمت کے ہزار مقامات ہیں'' کی تشریح شروع کر دی تو ہم سب کے لیے یہ کام بڑا طویل ہو جائے گا۔ لہٰذا میں نے ان مقامات کی بنیادی بنیادی باتوں کو ذکر کر دیا جو تمام کی طرف اشارہ کر دیں اور ان کی جگہوں کی طرف راہنمائی کر دیں۔

اور اپنے ساتھیوں کے حق میں ان کے صدقِ ارادہ کی بدولت ابوعبداللہ البسری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا امیدوار ہوں ''اللہ اپنے بعض بندوں کو شروع شروع میں وہ کچھ دکھا دیتا ہے جو ویسے تو انتہا میں دیکھنا ہوتا ہے''۔

میں نے چند فصول اور ابواب کو یوں مرتب کیا ہے کہ موجبِ مَلال (تھکا دینے والی) طوالت کی ضرورت ہی نہ رہے اور اس ترتیب کی وجہ سے سوالات کی گنجائش نہ رہے۔

اور میں نے سو مقامات بیان کیے ہیں جن کی دس اقسام ہیں۔

اور حضرت جنید کا قول ہے ''بندے کو ایک حال سے دوسرے بہتر حال کی طرف منتقل کیا جاتا ہے اور ابھی گزشتہ حال کا کچھ اثر باقی ہوتا ہے پھر اِس دوسری حالت میں آنے کے بعد جب وہ اپنے ماضی پر نظر ڈالتا ہے تو اس کی اصلاح کر لیتا ہے''۔

میرے نزدیک بات اس طرح ہے کہ بندے کے لیے کوئی مقام صحیح نہیں حتیٰ کہ وہ اس سے بلند ہو کر اسے دیکھے اور پھر اس کی اصلاح کر لے۔

ان مقامات کے رہرواپنے اپنے کئی انداز رکھتے ہیں انہیں کوئی حتمی ترتیب یکجا نہیں کرتی اور کوئی جامع انتہا ختم نہیں کرپاتی۔متقدمین و متاخرین نے اس بارے میں کئی تصانیف لکھی ہیں لیکن وہ تفصیلاً شفا بخش نہیں بعض نے صرف اصول کی طرف اشارہ کیا ہے اور تسلی بخش تفصیل بیان نہیں کی۔بعض نے حکایات کو جمع کیا ہے اوران کی تلخیص نہیں کی اور نکتے کی بات کی تخصیص بھی نہیں کی،بعض نے خواص کے مقامات اور عوام کی حاجات میں فرق نہیں کیا۔اور بعض نے مغلوب (مغلوب الحال) کی شطحیات (عالم مدہوشی کے اقوال) کو مقام خیال کیا ہے۔اور گوہرِ مراد کو پالینے والے کے راز کو ظاہر کرنے اور قرار پزیری سے شاد کام شخص کا اشاروں میں بات کرنے کو ایک جیسا سمجھا۔اور اکثریت نے تو درجات کے بارے میں گفتگو تک نہ کی۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ سبھی کہتے ہیں کہ انجامِ کار تبھی درست ہوں گے جب ابتدائی امور درست ہوں جیسا کہ عمارتیں اپنی اساسوں پر بنتی ہیں۔

تصحیح بدایات (ابتدائی امور کی تصحیح)

اس سے مراد ہے کہ معاملے کا قیام مشاہدہء اخلاص ,سنت کی پیروی، مشاہدۂ خوف اور رعایتِ حرمت کی وجہ سے تعظیم نہی پر ہو اور جہاں بھر کے لیے خلوص کے ساتھ شفقت کا اظہار کیا جائے اور اذیت رسانی نہ کی جائے۔

اور ہر ایسا ساتھی جو فسادِ وقت کا سبب بنے اور ہر سبب جو دل کو فتنے میں مبتلا کردے اس سے دامن چھڑالیا جائے۔اس معاملے میں لوگوں کے تین گروہ ہیں۔

۱۔ایسے افراد جو خوف و رجا میں عمل کرتے ہیں اور پیاروں کی سنگت میں سوئے محبت پر کشاں رہتے ہیں اِنہیں مرید کہا جاتا ہے۔

۲۔ایسے افراد جنہیں وادئ تفریق سے وادئ جمع کی طرف اچک لیا جاتا ہے(بکھری ہوئی تجلیاتِ ظہور کی حقیقت ان کے لیے روشن کردی جاتی ہے اورانہیں ہر سو جلوہ حق کا دلربا راج دکھائی دیتا ہے)اِنہیں مراد کہا جاتا ہے۔

۳۔ مذکورہ بالا دو اقسام کے علاوہ لوگ جھوٹے دعویدار اور فریب خوردہ ہیں۔

مزید برآں یہ کہ جملہ مقامات ان تین مرتبوں میں داخل ہیں۔

۱۔ قاصد کا راہ پہ گامزن ہونا

۲۔ اس کا غربت (اجنبی مسافت) میں داخل ہونا

۳۔ ایسے مشاہدے کا حصول جو فنا کے راستے سے گزار کر عینِ توحید کی طرف لے جائے

۱۔ پہلا رتبہ

اس بارے میں بسلسلۂ روایت حسین بن محمد بن علی فرائضی، محمد بن حسنویہ، حسین بن ادریس انصاری، عثمان بن ابی شیبہ، محمد بن بشر عبدی، عمر بن راشد، یحیٰ بن ابی کثیر ابی سلمہ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جلدی چلو کہ مفرّدون سبقت لے گئے۔ عرض کیا گیا کہ مفرِّدُون کون لوگ ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو بشوق و رغبت ذکرِ خدا میں مشغول رہنے والے ہیں ذکر نے ان کے بوجھوں کو اٹھا لیا ہے یہ روزِ قیامت ہلکے پھلکے حاضر ہوں گے۔

حدیث ۹۴ (مسند ابی امیہ الطرسوسی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے یحییٰ بن کثیر سے اسے صرف عمر بن راشد الیمانی نے ہی روایت کیا ہے۔

اور محمد بن بشر عبدی سے محمد بن یوسف الفریابی نے اختلاف کیا ہے انہوں نے عمر بن راشد پھر یحییٰ بن ابی سلمہ پھر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

تاہم یہ حدیث بسلسلۂ روایت بندار بن بشر صفوان بن عیسیٰ، بشر بن رافع الیمانی جو کہ اہلِ نجران کے امام و مفتی ہیں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

اس حدیث کی سب سے احسن و عمدہ روایت علاء بن عبد الرحمٰن کی ہے جو کہ ان کے والد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور آپ رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کی ہے۔

اسے صحیح مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور اہلِ شام نے حضرت ابو امامہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ ہر حدیث میں یہی کلمات مبارکہ ہیں: ''سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْن''۔

۲۔غربت کا مطلب

غربت میں داخل ہونے کا معنی بسلسلۂ روایتِ حمزہ بن محمد بن عبداللہ نے بمقام طوس، ابوالقاسم عبدالواحد بن احمد ہاشمی صوفی، ابوعبداللہ علان بن زید دینوری بمقام بصرہ، جعفر خالد صوفی، جنید بغدادی، سری سقطی، معروف کرخی، جعفر بن محمد پھران کے والد پھران کے دادا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''طَلَبُ الحقِ غربة'' (حق کی طلب کرنا غربت ہے)۔ یہ غریب حدیث ہے عام طور پر ہم نے اسے علان کی روایت سے ہی لکھا ہے۔

۳۔حصولِ مشاہدہ

بروایت محمد بن علی بن حسین الباسانی، محمد بن اسحاق القرشی، عثمان بن سعید الرازی، سلیمان بن حرب، حماد بن زید، مطر الوراق، ابی بردہ، یحییٰ بن یعمر

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیثِ جبریل علیہ السلام میں مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھتے ہوئے عرض کیا ''ماالاحسانُ؟'' احسان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

یہ حدیث صحیح غریب ہے اسے مسلم نے صحاح میں روایت کیا ہے۔

اس طائفہ (سائرین حق تعالیٰ) کے مذاہب کے لیے اس میں جامع اشارہ ہے۔

میں ہر مقام کے درجات کو تفصیلاً بیان کروں گا تا کہ ان میں سے عام آدمی پھر سالک پھر محقق کا درجہ بھی پہچان لیا جائے۔ ہر ایک کی اپنی روش، راستہ اور سمت ہے جس کی طرف وہ متوجہ ہے اور ایک پرچم منصوب ہے جس کی طرف جانے کی اسے توفیق دی گئی ہے۔

اور ہر کسی کے لیے ایک منزل بنا دی گئی ہے جس کے لیے اس کے دل میں تڑپ رکھ دی گئی ہے۔

اے بارِ الٰہ! میں بھیک مانگتا ہوں کہ مجھے اس قصدِ راہ میں تیرا ساتھ نصیب ہو جائے، تو مجھے اپنے دامنِ رحمت میں چھپا لے اور میرے لیے واضح دلیل بنا دے۔

بے شک وہ سننے والا اور قریب ہے۔

میں نے آغازِ کتاب میں بدایات کی دس اقسام کو ذکر کیا ہے جو کہ بدایات و ابواب، معاملات، اخلاق، اصول، ادویہ، احوال، ولایات، حقائق اور نہایات ہیں۔

باب الیقظة قسم البدایات

قال الله تعالیٰ (قل انما اعظکم بواحدة أن تقوموا الله) القومة لله هی الیقظة من سنة الغفلة، والنهوض عن ورطة الفترة، وهی اوّل ما یستنیر قلب العبد بالحیاة لرؤیة التنبیه۔ والیقظة هی ثلاثة اشیاء لحظ القلب اِلَی النعمة مع الیاس عن عدّها، والوقوف علیٰ حدها، والعلم بالتقصیر فی حقها، والتفرغ الی معرفة المنّة بها والثانی مطالعة الجنایة والوقوف علَی الخطر فیها، والتشمیر لتدارکها، والتخلص من رقها، وطلب النجاة بتمحیصها والثالث الانتباهُ لمعرفة الزیادةِ والنقصانِ من الایام والتنصلُ عن تضییعها، والنظرُ الی الضنّ بها لتدارکِ فَائتها وتعمیر باقیها۔ فأمّا معرفةُ النِّعمة فانّها تصفُو بثلاثة أشیاء بنور العقلِ، وشیمِ برقِ المنَّةِ والاعتبار بِأهلِ البَلاءِ وامّا مطالعة الجنایةِ فانّها تصح بثلاثةِ أشیاءَ بتعظیم الحق، ومعرفةِ النفسِ، وتصدیقِ الوعیدِ وامّا معرفةُ الزیادةِ والنقصانِ من الایام فانّها تستقیمُ بثلاثة اشیاء بسماعِ العِلم، واجابةِ دواعی الخدمةِ وصحبة الصالحینَ، وَملَاکُ ذٰلک کُلّه وجوب خلْعِ العاداتِ۔

2/2

بابِ یقظہ (بیداری)

حلِ لغت: لحظ۔ گوشۂ چشم سے دیکھا، حدّالشیء۔ کسی چیز کی جامع و مانع تعریف المنّۃ۔ احسان، التشمیر فی الامر۔ چستی کرنا، علی الامر۔ ارادہ کرنا، رقّا (ض) غلام ہونا یا رہنا۔ التنصل۔ نکالنا، الضنّ۔ وہ چیز جس میں بخل کیا گیا ہو، شیم (ض) بجلی کے چمکنے اور برسنے کی سمت کو دیکھنا، دواعی۔ اسباب۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ (سورہ سبا:46)

فرما دیجیے میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم لوگ اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

خدا کی خاطر کھڑا ہونے کا مطلب ہے ''خوابِ غفلت سے بیداری اور سستی کے گڑھے سے اُٹھنا'' اور یہی وہ درجہ ہے جس میں تنبیہ کا نور دکھائی دینے سے بندے کا دل زندگی سے منور ہو جاتا ہے پہلا قدم ہے جو بندے کے دل کو ایسی زندگی بخشتا ہے جس سے نورِ تنبیہ دیکھائی دینے لگتا ہے۔

پہلی بات

۱۔ نعمتوں کو دل کی آنکھوں سے دیکھنا اور ان کے شمار کرنے سے مایوس ہو جانا۔

۲۔ نعمتوں کی واقفیت حاصل کرنا

۳۔ نعمتوں کے حق کی ادائیگی میں اپنی کوتاہی کو پیش نظر رکھنا اور ان کے ذریعے کیے گئے احسان کی پہچان کی خاطر یکسو ہونا۔

دوسری بات

اپنے گناہ کو سامنے رکھنا، اس میں پائے جانے والے خطرے کو بھانپ لینا، اس کے نقصان کی بڑی چستی سے تلافی کرنا، اس کی غلامی سے نجات پانا اور اسے زائل کرتے ہوئے

نجات طلب کرنا۔

تیسری بات

گزشتہ دنوں میں ہونے والی کمی بیشی سے آگاہ رہنا، انہیں ضائع ہونے سے بچانا، ان میں غور وفکر کرنا تا کہ کھوئی گئی چیز کی تلافی کی جاسکے اور باقی دنوں کو آباد کیا جاسکے۔

یہ تین چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔

ا۔نورِ عقل

۲۔احسان کی بجلی چمکنے اور برسنے کی سمت کا دیکھنا (جلوۂ حق کو دیکھتے ہوئے اس کے سامنے سرنگوں ہونے کا نام احسان ہے۔ جیسا کہ حدیث جبرائیل میں اس طرف اشارہ ہے اور صاحب کتاب نے باب احسان میں لکھا ہے کہ یہ تمام ابواب حقائق کا جامع ہے اور اس کا درجۂ کمال یہ ہے کہ بندہ مشاہدے سے کبھی بھی زائل نہ ہونے پائے لہٰذا سالک کی منزلِ بیداری کا تقاضا یہ ہے کہ احسان کی بجلی کی چمک جس گھڑی نصیب ہونے لگے تو اس حاصل زندگی وقت کو اور اس سمت کو دل وجان سے عزیز بنالے)۔

۳۔اہلِ بلا کو دیکھ کر اپنی نعمت کا اندازہ لگانا۔

مطالعۂ جنایت (گناہ کا دیکھنا)

یہ بھی تین چیزوں سے ہوگا۔

ا۔حق کی تعظیم کرنا ۲۔اپنے نفس کو پہچاننا ۳۔وعید (ڈراوا) کی تصدیق کرنا۔

کمی بیشی کی معرفت (پچھلے دنوں میں کی گئی زیادتی ونقصان کی پہچان)

اس کا حصول بھی تین چیزوں سے ہے۔

ا۔علم کی بات سننا ۲۔خدمت کے مواقع سے فائدہ اُٹھانا

۳۔نیک بندوں کی صحبت اختیار کرنا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تمام بے فائدہ عادات کو ترک کردیا جائے۔

باب التوبة

قال تعالى (وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّٰلِمُونَ) فَأَسْقَطَ اسمَ الظلمِ مِن التائبِ، والتوبةُ لا تَصِحُّ إلّا بعد معرفةِ الذَّنبِ، وهي أن تَنْظُرَ في الذنب الى ثلاثة اشياء إلى انخلاعك عن العصمة حين إتيانِهِ، وفرحك عِندَ الظفرِ بِهِ، وَقُعُودِكَ الْأَصْرَارَ عَن تَدَارُكِهِ مَعَ تَفَيُّئِكَ بِنظرِ الْحق إِليك۔ وَشَرائِطُ التَّوْبَه ثَلَاثَةُ أَشْيَاء الندمُ وَالْإِعتِذَارُ وَالْإِقْلَاعُ۔ وَحَقَائِقُ التَّوْبَةِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءِ تَعْظِيمُ الْجِنَايَةِ، وَإِتِّهَامُ النَّفْسِ في التوبة، وطلب اعْذار الخليقة۔ وسرائرحقيقة التوبة ثلاثة اشياء تميز الثقة من الغرة، ونسيان الجناية، والتوبة من التوبة أبدا، لانّ التائب داخل فى الجميع من قوله تعالىٰ (وتوبوا الى الله جميعا ايّه المؤمنون) فامر التائبَ بالتوبة۔ ولطائف اسرار التوبة ثلاثة اشياء اوّلها النظر الى الجناية والفضية فيعرف مراد الله فيها إِذْخَلَّاهُ واتيانها، فانّ الله تعالى انّما يخلّى العبد والذنب لأحد معنيين احدهما أن يَعْرِفَ عزّتهٗ فى قضائهٖ، وبرّهٗ فى سترهٖ، وحلمهٗ فى امهالِ راكبهٖ، وَكرمهٗ فى قبوْل المعذرة منهِ، وفضلهٗ فى معرفتهٖ والثانى ليُقيمَ على العبد حجّة عدلهٖ فيعاقبهٗ على ذنبهٖ بحجّته واللطيفة الثانية أنْ يعلم ان طلب النصير الصادق سيّئة لم تبق لهٗ حسنة بحال، لانّهٗ يسير بين مشاهدة المنّة وتطلّب عيب النفس والعمل واللطيفة الثالثة أنّ مشاهدة العبدِ الحكم لم تدع لهٗ استحسان حسنة وَلا إِسْتِقْبَاحِ سَيِّئَةٍ لِصَعُوْدِهٖ مِن جميع المعانى إلى معنىَ الحكم۔ فَتَوْبَةُ الْعَامّة لِاسْتِكْثَارِ الطَّاعَةِ، فَإِنَّهٗ يَدْعُوْ الى ثلاثة اشياء إلى جُحُوْدِ نِعْمَة السِتْرِ وَالْإِمْهَالِ، ورؤيةِ الحقِ على الله تعالىٰ، والاستغناء الّذى هو عين الجبروت، والتوثّب على الله تعالىٰ، وتوبة الاوساط من استقلال المعصية وهو عين الجرأة والمبارزة، ومحض التزين بالحميّة والاسترسالِ للقطعيّة، وتوبة الخواص من تضييع الوقت فانه يدعو الى درك النقيصة ويطفئ نور المراقبة، ويكدّر عين الصحبة، ولا يتمّ مقام التوبة الا بالانتهاء

اِلَى التوبة ممّا دون الحق، ثمّ رؤية تلك التوبة، ثمّ التوبة من رؤية العلة۔

بابِ توبہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ (الحجرات: 11)

اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔

گویا تائب کو ظالمین سے نکال دیا۔ اور توبہ تب ہی صحیح ہوتی ہے جب گناہ کی پہچان ہو جائے اور گناہ کی پہچان کے لیے تین باتوں کا سامنے ہونا ضروری ہے

۱۔ گناہ کرتے وقت بندہ عصمت (پاک دامنی) سے نکل گیا تھا۔

۲۔ گناہ کرتے ہوئے مجرمانہ خوشی محسوس ہوئی تھی۔

۳۔ گناہ پر اصرار کرتے ہوئے اس کی تلافی سے رک جانا اس کے ساتھ ساتھ کہ حق تعالیٰ کی تیرے اوپر نظر ہونے کے باعث اس کی پناہ لینے کا خیال بھی ہو۔

شرائطِ توبہ

یہ تین ہیں ۱۔ شرمساری ۲۔ عذر چاہنا ۳۔ برائی سے بالکل قطع تعلق ہو جانا۔

توبہ کی حقیقتیں

یہ تین ہیں ۱۔ اپنے جرم کو بڑا سمجھنا ۲۔ اپنے نفس کو برائی کا ذمہ دار سمجھنا

۳۔ مخلوقِ خدا کے عذروں کو تلاش کرنا

حقیقتِ توبہ کے راز

یہ تین ہیں ۱۔ قابلِ بھروسا کو فریب دینے والی چیز سے جدا کرنا

۲۔ گناہ کا خیال تک بھلا دینا۔

۳۔ توبہ سے بھی توبہ کرنا کیونکہ تائب بذاتِ خود ان لوگوں میں ہے جنہیں توبہ کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ

اور تم سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو اے وہ لوگو جو ایماندار ہو۔

اسرارِ توبہ کے لطائف: یہ تین ہیں

پہلا لطیفہ

انسان اپنے گناہ اور رسوائی کو دیکھ کر یہ جاننے کی کوشش کرے کہ باری تعالیٰ نے اسے گناہ کرنے کی اجازت کیوں دی؟ کیونکہ باری تعالیٰ بندے اور گناہ کے درمیانی راستہ کو دو وجہ سے خالی کر دیتا ہے۔تا کہ (۱) بندہ فیصلۂ خداوندی میں اس کے غلبے کو دیکھ لے، پردہ پوشی میں اس کی نیکی کو دیکھ لے، مہلت دینے میں اس کے حلم کو دیکھ لے اور عذر قبول کرنے میں اس کے کرم کو دیکھ لے اور ذات خدا کی پہچان میں اس کے فضل و کرم کو جان لے۔
(۲) باری تعالیٰ بندے پر اپنے عدل کی حجت قائم کر دے اور اسے گناہ پر حجت کے ساتھ سزا دے۔

دوسرا لطیفہ

اگر سچا مدد کا طلب گار کسی برائی کو طلب کرے تو اس کے لیے کسی حال میں اچھائی باقی نہ رہے کیونکہ وہ احسان کے مشاہدے اور اپنے نفس و عمل کے عیب کی طلب کے درمیان چل رہا ہوتا ہے۔

تیسرا لطیفہ

بندہ جب (محبوب سے صادر شدہ) حکم کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس میں اچھائی یا برائی کو نہیں دیکھتا بلکہ ان تمام باتوں سے گزر کر (پروانہ وار) معنیٔ حکم کی طرف چلا جاتا ہے

عوام کی توبہ: اس سے مراد یہ ہے کہ تائب اطاعت میں زیادتی کرے گا لیکن اس کے تین مطالب بن سکتے ہیں ۱۔ پردہ پوشی اور مہلت سے انکار ۲۔ اللہ تعالیٰ پر اپنا حق جتانا (کہ وہ معافی سے نواز دے) اور اس کی بے نیازی کو دیکھنا جو کہ عین جبروت ہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ سے ثواب طلب کرنا۔

متوسطین کی توبہ: ان کی توبہ یہ ہے کہ یہ لوگ نافرمانی کم کریں گے لیکن اس کے تین مطالب

بن سکتے ہیں۔ ا۔ یہ عین جرأت مندی کا اظہار اور مبارزت (مدمقابل کو طلب کرنا) ہے ۲۔ گناہوں سے بچنے کی وجہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا ہے۔ ۳۔ گناہوں کو چھوڑ دینے کی وجہ سے نرم ہوجانا ہے۔

خواص کی توبہ: اس سے مراد یہ ہے کہ تضییع اوقات سے توبہ کی جائے کیونکہ اس طرح نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور یہ بات نورِ مراقبہ کو بجھا دیتی ہے اور چشمۂ صحبت کو گدلا کر دیتی ہے۔

المختصر: مقامِ توبہ اس وقت تمام ہوتا ہے جب حق کے علاوہ ہر چیز سے توبہ کرلی جائے پھر اس توبہ کی رؤیت سے بھی توبہ کرلی جائے بلکہ اس کی علت کی رؤیت سے بھی توبہ کرلی جائے۔

باب المحاسبة

قال الله تعالیٰ (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ) وانّما يُسلك طريقُ المحاسبة بعد العزيمة على عقد التوبة۔ والمحاسبة لها ثلاثة أركان احدها ان تقيس بين نعمته وجنايتك وهٰذا يشقّ على من ليس لهٗ ثلاثة اشياء نور الحكمة وسؤ الظنّ بالنفس وتميز النعمة من الفتنة والثانی أن تميّزما للحق عليك ممّا لك اَوْ منك فتعلم أنّ الجنايه عليك حجّةٌ والطاعة عليك مِنّةٌ والحكمُ عليك حجّة ما هولك معذرة والثالث اَنْ تعرف اَنَّ كلّ طاعة رضيتها منك فهي عليك وكل معصية عبّرت بها أخاك فهي اِليك فلا تضع ميزان وقتك من يدك

بابِ محاسبہ (اپنا حساب لینا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ (حشر:18)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر کوئی دیکھے جو اس نے کل کے لیے بھیجا ہے''۔

عقدِ توبہ پر پختہ ارادے کے بعد ہی راہِ محاسبہ پر گامزن ہوا جاتا ہے۔ اور محاسبہ کے تین رکن ہیں۔

پہلا رکن: اللہ کی نعمت اور اپنے گناہ کا اندازہ لگالینا۔ جس شخص میں درج ذیل تین خوبیاں نہ

ہوں یہ کام اس کے بس کا نہیں

۱۔نورِ حکمت ۲۔نفس سے بدگمانی ۳۔فتنے اور نعمت میں فرق کرنا

دوسرا رکن: یہ جان سکنا کہ حق تعالیٰ کے تیرے اوپر کیا حقوق ہیں ان میں سے جو تیرے لیے ہیں یا تیری طرف سے اس کے لیے ہیں۔ جو کچھ بندے کا اپنا حق ہے یا جو کچھ وہ کر سکتا ہے اس میں حق کی خاطر اس پر کیا واجب ہے۔ پھر از خود جان لیجئے گا کہ نافرمانی تمہارے خلاف حجت ہے اور (توفیقِ) طاعت تم پہ احسان ہے۔ اور بندہ اپنے پاس جو عذر رکھتا ہے حکم کا آجانا اس کے خلاف حجت ہے۔

تیسرا رکن: یہ جان لینا کہ اپنی طرف سے جس طاعت پر بندہ راضی ہو جائے وہ تو اس کے خلاف ہے اور جس معصیت کا اپنے بھائی کے بارے میں ذکر کرے وہ اسے بھی پہنچ سکتی ہے۔ لہٰذا بندے کے ہاتھ سے وقت کا پیمانہ نہ گرنے پائے۔

باب الانابة

قال الله عزّ وجلّ ﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ﴾ الانابة ثلاثةُ اشياء الرجوع الى الحق اصلاحًا كما رجع اليه اعتذارًا والرجوع اليه وفاء كما رجع اليه عهدًا والرجوع اليه حالا كما رجع اليه اِجابة۔ وانّما يستقيم الرجوع اليه اصلاحا بثلاثة اشياء بالخروج من التبعاتِ ، والتوجّع للعثرات، واستدراك الفائتات۔ وانّما يستقيم الرجوع اليه وفاء بثلاثة اشياء بالاخلاص من لذّة الذنب، وَبِتَرْكِ اِسْتِهَانَةِ اَهْلِ الغفلة تخوّفا عليهم مع الرجاء لنفسك وبالاستقصاء فى رؤية علل الخدمة وانّما يستقيم الرجوع اليه حالا بثلاثة اشياء بالاياس من عملك وبمعاتبة اضطرارك وبشيم برق لطفه بك۔

بابِ انابت (رجوع کرنا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ﴾ (زمر:54)

اور رجوع کروا اپنے رب کی طرف۔

انابت تین چیزوں کا نام ہے۔ ا۔اصلاح کرتے ہوئے رب کی طرف رجوع کرنا جیسا کہ عذر کرتے ہوئے کیا تھا۔ ۲۔وعدہ نبھاتے ہوئے رجوع کرنا جیسا کہ عہد باندھتے ہوئے کیا تھا۔ ۳۔حالاً (اپنے عمل سے بھی) رجوع کرنا جیسا کہ زبانی طور پر کیا تھا۔

اصلاحاً رجوع: اس کے لیے تین باتیں ضروری ہیں۔

ا۔ خواہشاتِ نفسانی سے خروج

۲۔ لغزشوں پر افسوس

۳۔ کھوئی ہوئی چیزوں کا حصول

وفاءً رجوع: اس کے لیے تین باتیں ضروری ہیں۔

ا۔ لذتِ گناہ سے خلاصی

۲۔ اہلِ غفلت کو حقیر نہ سمجھنا البتہ ان کے بارے میں خوف کے ساتھ ساتھ اپنے بارے میں امید بھی رکھنا

۳۔ اسبابِ خدمت کی رویت میں انتہا کو پہنچ جانا۔

حالاً رجوع: اس کے لیے تین باتیں ضروری ہیں۔

ا۔ اپنے عمل پہ بھروسا نہ کرنا

۲۔ اپنی مجبوری کا معائنہ کرنا

۳۔ اپنی ذات پر اس کی مہربانی کی بجلیوں کی چمک کا دیکھنا۔

باب التفکر

قال الله تعالیٰ ﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾﴾ اعلم انّ التفکر تلمّس البُغْيَةِ، وھو ثلاثة أنواعٍ فکرةٌ فی عینِ التوحیدِ و فکرةٌ فی لطائفِ الصنعِ وفکرةٌ فی معانی الاعمالِ والاحوالِ۔ فامّا الفکرةُ فی عینِ التوحیدِ فھی اقتحامُ بحرِ الجُحُوْدِ وَلَا يُنْجِيْ منه الا الاعتصامُ بضیاءِ الکشفِ

والتمسّكُ بالعلمِ الظاهرِ۔ واماّ التفكّرُ فی لطائفِ الصنعِ فهو ماءٌ يَسقی زرعَ الحِكمةِ۔ واماّ الفكرةُ فی معانِی الاعمالِ والاحوالِ فهی تُسَهِّلُ سُلوكَ طريقِ الحقيقةِ۔ وانّما يتخلّصُ من الفكرةِ فی عينِ التوحيدِ بثلاثة اشياءَ بحسن النظرِ فی مبادی المتن وبالاجابة لدواعی الاشاراتِ وبالاخلاصِ من رِقِّ اتيانِ الشهواتِ۔ وانّما يُوقَفُ بالفكرةِ علٰی مراتبِ الاعمالِ والاحوالِ بثلاثةِ اشياءَ باستصحابِ العلم واتّهامِ المرسوماتِ وبمعرفةِ مواقِعِ الغيرِ۔

بابِ تفکّر (غور وفکر کرنا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ (نحل)

اور ہم نے آپ کی طرف ذکر کو نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے لیے جو ان کی طرف اتارا گیا ہے بیان کریں تا کہ وہ غور وفکر کریں۔

تفکر: اس سے مراد مقصود حاصل کرنے کے لیے بصیرت کا طلب کرنا ہے۔

اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ عینِ توحید میں غور وفکر کرنا

۲۔ کاریگری کے لطائف میں سوچنا

۳۔ اعمال واحوال کے معانی میں سوچنا

۱۔عینِ توحید میں سوچنا:

یہ انکار کے سمندر کی گہرائی میں چلے جانا ہے اور اس سے بچاؤ کا صرف یہی طریقہ ہے کہ کشف کی روشنی کا سہارا لیا جائے اور علمِ ظاہر کا دامن پکڑا جائے۔

۲۔کاریگری کے لطائف میں فکر:

یہ ایسا پانی ہے جو حکمت کی کھیتی کو سیراب کرتا ہے۔

۳۔اعمال واحوال کے معانی میں فکر:

یہ حقیقت کے راستے پہ چلنے کو آسان بنا دیتا ہے۔

عینِ توحید میں فکر تین باتوں سے خالص ہوتی ہے۔

۱۔ عقل کی عاجزی کی پہچان

۲۔ انتہا کی واقفیت سے ناامیدی

۳۔ تعظیم کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا

قدرت کی کاریگری کے لطائف کا ادراک تین باتوں سے ہوسکتا ہے۔

۱۔ ابتدائی احسانات میں حسنِ نظر سے دیکھنا

۲۔ اشارات کے اسباب کی طرف دھیان دینا

۳۔ شہوات کی غلامی سے نجات حاصل کرنا۔

اعمال واحوال کے مراتب پر غور وفکر تین چیزوں سے واقفیت حاصل کرتی ہے۔

۱۔ علم کو ساتھی بنایا جائے۔

۲۔ رسم ورواج کو تہمت لگائی جائے (ظاہر داری سے گزر کر حقیقت کی طرف جانا)

۳۔ غیر کے مواقع کو جاننا

باب التذکّر

قال اللہ عزّ وجل ﴿وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ﴾ التذکّر فوق التفکّر فانّ التفکّر طلبٌ والتذکر وجودٌ۔ وابنیة التذکر ثلاثةُ اشیاء الانتفاعُ بالعِظة والاستبصار لِلْعِبْرَة والظفرُ بِثمرةِ الفکرةِ۔ وانّما ینتفَعُ بِالْعِظَةِ بَعدحصولِ ثلاثةِ اشیاء بِشِدّةِ الافتقارِ وَبالْعَمیٰ عَنْ عیبِ الواعظِ وتذکُّرِ الوعدِ والوعید۔ وانّما تستبصِرُ العبرة بِثَلاثةِ اشیاء بحیاةِ العقل ومعرفة الایام والسلامة من الاعراض۔ وانّما تجتنی ثمرةَ الفکرةِ بثلاثة اشیاء بقصرِ الامل والتأمّلِ فی القرآنِ وقلّةِ الخلطةِ والتمنی والتعلق والشبع والمَنام۔

بابِ تذکّر (نصیحت حاصل کرنا)

حلِ لغت: استبصار اچھی طرح دیکھنا، سوچ بچار کرنا، غور وخوض کرنا۔ افتقار، محتاج ہونا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ (مومن:13)

''اور نصیحت حاصل نہیں کرتا مگر وہ جو رجوع کرتا ہے''۔

تذکُّر (نصیحت حاصل کرنا) تفکُّر (غور وخوض) سے فوقیت رکھتا ہے کیونکہ تفکر طلب کرنا ہے اور تذکر پالینا ہے۔

تذکر کی بنیاد تین چیزیں ہیں۔

۱۔ نصیحت سے نفع حاصل کرنا۔

۲۔ عبرت سے بصیرت حاصل کرنا۔

۳۔ غور وفکر کا ثمر پالینا

نصیحت سے صحیح فائدہ تین چیزوں کے بعد ہوتا ہے۔

۱۔ (نصیحت کی) شدید محتاجی

۲۔ واعظ کے عیب سے چشم پوشی

۳۔ وعدہ اور وعید کو یاد کرنا۔

عبرت کو تین چیزوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ عقل کی زندگی

۲۔ دنوں کی معرفت

۳۔ اغراض سے محفوظ رہنا

غور وفکر کا پھل تین چیزوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ امیدوں کو مختصر کرنا

۲۔ قرآن میں غور وفکر کرنا

۳۔ سونے، سیر شکمی، تعلقات، تمناؤں اور میل جول کی کمی۔

باب الاعتصام

قال تعالیٰ (وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ) وقال (وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا) الاعتصام بحبل الله تعالیٰ هو المحافظة علیٰ طاعته مراقبا لامره، والاعتصام بالله؛ هو الترق عن كل موهوم والتخلص عن كل تردد والاعتصام علیٰ ثلاث درجات اعتصامُ العامّة بالخير استسلاما واذعانا بتصديق الوعد والوعيد، وتعظيم الامر والنهي وتأسيسِ المعاملة علَى اليقين والانصاف وهو الاعتصام بحبل الله۔ واعتصامُ الخاصةِ بالانقطاع وهو صونُ الارادة قبضًا واسبالُ الخلُق علَى الخلق بسطًا ورفضُ الْعَلَائِقِ عَزْمًا وَهُو التمسّكُ بالعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔ وَاِعْتِصام خاصَة الخاصَةِ بالاتصالِ وَهُو شَهودُ الحقِ تَفْرِيْدًا بَعد الاستِحذاءِ له تَعْظِيْمًا والاشتغالُ بالحقِ تعالیٰ قربًا۔

بابِ اعتصام (پناہ لینا، اللہ کی مہربانی سے گناہ سے باز رہنا)

حل لغت: اسبال۔ بارش برسانا، چھوڑنا   اذعاناً۔ حق کا اقرار کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ (حج:78)

''اور اللہ (کی رسی) کو مضبوطی سے تھام لو وہ تمہارا آقا ہے''۔

اور فرمایا: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا (آل عمران:103)

''اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو''۔

اعتصام بحبلِ للہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے سے مراد ہے کہ فرمانبرداری کی حفاظت کی جائے اور اس کے امر کا دھیان رکھا جائے۔

اعتصام باللہ: اس سے مراد ہر موہوم سے ترقی کر جانا اور ہر شک سے خلاصی پا جانا ہے۔

اور اعتصام کے تین درجے ہیں۔

۱۔ پہلا درجہ (اعتصام بحبلِ اللہ): عام لوگوں کا سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے نیکی کو لازم پکڑنا، وعدے اور وعید کی تصدیق کرنا، امر و نہی کو وقعت کی نگاہ سے دیکھنا اور معاملے کی بنیاد انصاف و یقین پہ رکھنا ہے۔

۲۔ دوسرا درجہ (تمسک بالعروۃِ الوثقیٰ): یہ خواص کا اعتصام ہے (لیکن اتصال کی بجائے) اس میں انقطاع (عدمِ وصول) پایا جاتا ہے۔ اس میں ارادے کو یکجا کرتے ہوئے محفوظ بنانا، خلقِ خدائے پاک پہ عمدہ اخلاقیات کی بارش برسانا اور تعلقات (جو راہِ حق میں رکاوٹ ہوں) کو پختہ ارادی سے دور کرنا ہے اور یہ تمسک بالعروۃِ الوثقیٰ (مضبوط سہارا پکڑنا) ہے۔

۳۔ تیسرا درجہ (اعتصام باللہ): یہ خواص میں سے خاص ترین لوگوں کا مقام ہے اور یہ اتصال کی نعمت سے سرخرو ہونا ہے اور بارگاہ کی تعظیم بجالاتے ہوئے خود کو پیش کرنے کے بعد اور یکتا کرتے ہوئے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا ہے اور قرب حاصل کرتے ہوئے حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونا ہے۔

باب الفرار

قال تعالیٰ (فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ) الفرار ھو الھرب مما لم یکن الیٰ ما لم یزل وھو علیٰ ثلاث درجاتٍ فرار العامة من الجھل الَی العلم عقدا وسعیًا ومن الکسل الی التشمیر جدا وعزما ومن الضیق الیٰ السعة ثقة ورجاء۔ وفرار الخاصة من الخبر الَی الشھود ومن الرسوم الَی الاصول ومن الحظوظ الَی التجرید۔ وفرار خاصة الخاصة مما دون الحق الَی الحق ثم من شھود الفرار الَی الحق ثم الفرار من الحق الَی الحق۔

بابِ فرار (بھاگنا)

حل لغت: الحظوظ حصے۔ تجرید

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ ؕ (ذاریات:50)

''پس اللہ کی طرف سبک گام ہو جاؤ''۔

فرار: اس سے مراد ایک ایسی چیز جو پہلے ناموجود تھی سے ازلی کی طرف سُبک گام جانا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں ۔

۱۔ فرارِعوام: یہ عوام کا عقد و سعی کے ساتھ جہالت سے علم کی طرف، خوب کاوش اور پختہ ارادی کے ساتھ سستی سے چابک دستی اور اعتماد و امید کے ساتھ تنگی سے کشادگی کی طرف بھاگنا ہے۔

۲۔ فرارِخواص: یہ خبر سے شہود، رسوم سے اصول اور (اپنے حق کے) حصول سے بھی دامن تہی کی طرف بھاگنا ہے۔

۳۔ خاص تریں لوگوں کا فرار: یہ حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے اسی کی طرف فرار ہے پھر فرار کو دیکھنے سے اور پھر فرار الی الحق (حق تعالیٰ کی طرف فرار) سے بھی فرار ہے۔

باب الرياضة

قال الله تعالىٰ (الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ) الرياضة تمرين النفس علىٰ قبول الصدق وهى علىٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولىٰ: رياضة العامة؛ وهى تهذيب الاخلاق بالعلم، وتصفية الاعمال بالاخلاص، وتوفير الحقوق فى المعاملة والدرجة الثانيه: رياضة الخاصة؛ حسم التفرق وقطع الالتفات الىٰ المقام الذى جاوزهٗ وابقاء العلم يجرى مجراى۔ والدرجة الثالثة: رياضة خاصة الخاصة: تجريد الشهود والصعود الىٰ الجمع و رفع المعارضات وقطع المفاوضات

بابِ ریاضت (مشق کرنا یا کرانا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (المومنون:60)

اور جو لوگ پیش کر دیتے ہیں جو انہیں عطا کیا گیا اور ان کے دل ترساں ہوتے ہیں۔

ریاضت سے مراد ہے نفس کو قبولِ صدق کی مشق کروانا ہے۔اس کے تین درجات ہیں۔

۱۔ ریاضتِ عوام: اخلاق کو علم کے ذریعے مہذب بنانا، اعمال کو اخلاق کے ذریعے صاف بنانا اور معاملات میں حقوق کو اچھی طرح ادا کرنا ہے۔

۲۔ ریاضتِ خواص: تفرق کو مٹا دینا، گزرے ہوئے مقام کی طرف دوبارہ متوجہ نہ ہونا اور علم کو باقی رکھنا جو اس کے قائمقام ہو جائے۔

۳۔ خاص ترین افراد کی ریاضت: شہود وصعود سے مجرد ہو کر ''جمع'' کی طرف جانا، معارضات (آمنے سامنے ہونا) کو اٹھا دینا اور سپردگی کو بھی ختم کر دینا ہے۔

باب السماع

قال الله تعالیٰ ﴿وَلَوْعَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ﴾ السماع: حقيقة الانتباه، وهو علی ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ: سماع العامة وهو ثلاثة اشياء: اجابة زجر الوعيد من الورع رعة واجابة دعوة الواحد جهدًا وبلوغ مشاهدة المنّة استبصارا۔ الدرجة الثانية: سماع الخاصة ثلاثة اشياء؛ شهود المقصد فی كل رمز والوقوف علی الغاية فی كل حين والخلاص من التلذذ بالتفرق۔ الدرجة الثالثة: سماع خاصة الخاصة۔ سماعٌ يغسل العلل عن الكشف ويوصل الأبد الیٰ الازل ويردّ النهايات الیٰ الاول۔

بابِ سماع (سننا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْعَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ (انفال:23)

'' اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی دیکھتا تو انہیں سنا دیتا''۔

سن لینا یہ باخبر ہونے کی حقیقت کا نام ہے۔اور اس کے تین درجات ہیں

۱۔ عوام کا سننا: یہ تین چیزیں ہیں۔۱۔ پرہیز گار بنتے ہوئے وعید کی دھمکی کو تسلیم کرنا ۲۔کوشش کرتے ہوئے وعدے کی دعوت کو قبول کرنا۔ ۳۔مشاہدۂ احسان کی خوب چھان بین کرنا۔

۲۔ خواص کا سننا: یہ بھی تین چیزیں ہیں۔۱۔ ہر اشارے میں مقصود کا مشاہدہ کرنا ۲۔ ہر حس میں غایت پہ آگاہ ہونا ۳۔تفرّق کی لذت سے خلاصی پانا۔

خاص ترین افراد کا سننا: یہ کشف سے علتوں کو دھو دیتا ہے، ابد کو ازل سے ملا دیتا ہے اور نہایات کو اول سے ملا دیتا ہے۔

واما اقسام الابواب

فهو عشرة ابواب وهي الحزن والخوف والاشفاق والخشوع والاخبات والزهد والورع والتبتل والرجاء والرغبة۔

ابواب کی اقسام

یہ دس ابواب ہیں۔حزن،خوف، اشفاق،خشوع، اخبات، زہد، ورع، تبتل، رجاء، رغبت

باب الحزن

قال الله تعالیٰ (تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا) الحزن توجعٌ علی فائتٍ اوتأسفٌ علی ممتنع ولهٗ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولی حزن العامّةِ وهو حَزنٌ علَى التفريط فی الخدمةِ وعلَى التفريط فی الجَفَاء وعلَى ضِيَاع الايامِ والدرجةُ الثانيةُ حزن أهلِ الارادة ؛ وهو حزن علی تعلق القلبِ بالتفرقة وَعلی اشتغالِ النفس عن الشهود وعلَى التسلّی عن الحزن وليست الخاصةُ من مقامِ الحزن فی شیء ولٰكن الدرجةُ الثالثة من مقام الحزن التحزنُ للمعاوضاتِ دون الخواطِر ومعاضات المقصودِ والاعتراضات علَى الاحكام۔

بابِ حزن (غمزدہ ہونا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا۔ (توبہ:92)

''وہ واپس لوٹے تو انکی آنکھیں غم سے آنسو برسا رہی تھیں''۔

حزن کسی کھوئی ہوئی چیز پر دکھ کرنا یا روکے گئے کام پر افسوس کرنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

ا۔ عوام کی پشیمانی: یہ خدمت میں کوتاہی، جفا میں زیادتی اور دنوں کے ضائع ہونے پر غمزدہ ہونا ہے۔

۲۔ اہلِ ارادہ کی پشیمانی: دل کا تفرقہ میں پڑ جانے، نفس کا شہود سے پھر جانے اور غم سے تسلی پا جانے پر دل گرفتہ ہونا ہے۔

۳۔ خواص کا ویسے تو غم سے کوئی واسطہ نہیں تاہم اس کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ بار بار آمنا سامنا کرنے کی خاطر غمزدہ ہونا ہے نہ کہ دلی خدشات کی خاطر اور مقصود کے سامنے پیش آنے والی باتوں کی خاطر غمزدہ ہونا اور اس کی بارگاہ میں پختگی سے جم جانے پر پیش آنے والے مسائل کیلئے غمزدہ ہونا ہے۔

باب الخوف

قال الله تعالیٰ (يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ) الخوف الانخلاعُ عن طمانينةِ الأمِن بمطالعة الخبرِ وهو علی ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ الخوف من العقوبة وهو الخوف الذی يصح به الايمان وهو خوف العامة وهو يُتولّد من تصديق الوعيد و ذكر الجناية ومراقبة العافيةِ۔ والدرجة الثانية خوف المَكرِ فی حال جريانِ الأنفاس المستغرقةِ فی اليقظة المشوبة بالحلاوة وليس فی مقام اهل الخصوص وحشة الخوف الّا هيبة الجلال وهی أقطی درجة يُشار اليهافی غاية الخوف وهی

هيبةٌ تُعارض المكاشفَ أوقاتِ المناجاةِ وتصون المشاهد أحيان المسامرة وتقُصم المعاين بصدمةِ العزة۔

بابِ خوف

حل لغت: تقصم (ض) توڑنا، ہلاک کرنا مسامرہ رات کو بات چیت کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۞ (نحل:50)

وہ اپنے اوپر سے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

خوف سے مراد ہے کہ مطالعۂ خبر سے اطمینان کا جاتے رہنا۔اس کے تین درجات ہیں

۱۔ خوفِ سزا: اس سے ایمان صحیح ہوتا ہےاور یہ عوام کا خوف ہے۔اس کے حصول کا سبب وعید کی تصدیق، ذکرِ جنایت اور انجام کو پیشِ نظر رکھنا ہے۔

۲۔ خوفِ فریب: یہ حلاوت آمیز بیداری میں ڈوبی سانسوں کے جاری ہوتے وقت پایا جاتا ہے۔

۳۔ اہلِ خصوص کے مقام میں خوف کی وحشت نہیں ہوتی وہاں ہیبتِ جلال ہوتی ہے اور خوف کی انتہا میں یہ آخری درجہ ہے۔اور یہ وہ ہیبت ہے جو صاحبِ کشف کو اوقاتِ مناجات میں عارض ہوتی ہے اور راز و نیاز کی گھڑیوں میں مشاہد کی (حدِّ ادب سے بڑھ جانے سے) سے حفاظت کرتی ہے اور صدمۂ عزت (تجلیات حق کے غلبہ کا ٹکراؤ) کے باعث دیکھنے والے کو ہلاک کیے جارہی ہوتی ہے۔

باب الاشفاق

قال الله تعالىٰ (اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ) الاشفاق دوام الحذر مقرونا بالترحم وهو علىٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولىٰ اشفاق علَى النفس أن تجمع علَى العناد واشفاق على العمل أن يصير الَى الضياع واشفاق علَى الخليقة لمعرفة

معاذیرها۔ والدرجة الثانية اشفاق علیٰ الوقت أنْ یشوبهٔ تفرق وعلیٰ القلب انْ یزاحمهٔ عارض وعلیٰ الیقین أنْ یداخلهٔ سبب والدرجة الثالثة اشفاق یصون سعیهٔ من العجب ویکفُّ صاحبهٔ من مخاصمة الخلق ویحمل المرید علیٰ حفظ الحد۔

بابِ اشفاق (ڈرنا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ (الطور)

ہم اس سے قبل اپنے اہل میں ڈرا کرتے تھے۔

اشفاق سے مراد طلبِ رحم کرتے ہوئے دائمی طور پر ڈرتے رہنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

۱۔ پہلا درجہ: اپنے نفس پہ خوف رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ سرکش ہو جائے، عمل کے بارے خوف رہنا کہ ضائع نہ ہو جائے اور مخلوق کے عذروں کے پہچان کے باعث اس پر رحم کرنا۔

۲۔ دوسرا درجہ: وقت پہ ڈرتے رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تفرقہ آمیز ہو جائے، دل پہ ڈر رہنا کہ اسے کوئی عارض نہ آلے اور یقین پہ ڈر رہنا کہ اس میں کوئی سبب نہ آپڑے۔

۳۔ تیسرا درجہ: اپنی کاوش کو عُجب (خود پسندی) سے بچانے کی فکر دامن گیر رہے اور یہ بات خلقِ خدا سے جھگڑا بازی سے گریزاں کردے اور مرید کو حدِ (ادب) کی حفاظت پر محتاط بنادے۔

باب الخشوع

قال اللہ تعالیٰ (اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ) الخشوع خمودُ النفس وهمودُ الطباعِ لمُتعاظم أو مُفزِعٍ۔ وهو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ

التذلل للأمر والاستسلام للحكم والاتضاع لنظر الحق۔ والدرجة الثانية ترقب آفات النفس والعمل ورؤية فضل كل ذی فضل عليك وتنسم نسيم الفناء۔ والدرجة الثالثة حفظ الحرمة عند المكاشفة وتصفية الوقت من مزايا الخلق وتجريد رؤية الفضل۔

بابِ خشوع

حل لغت: خمود (ن) آگ کی بھڑک کا ختم ہونا۔ ھمود (ن) آگ کا بجھنا، ٹھنڈا ہونا۔ اتضاع پیچ وتاب کھانا۔ تنسم سانس لینا، ہوا کا آہستہ چلنا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (الحدید: 16)

کیا مومنوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور حق سے جو نازل ہوا ہے کی خاطر ان کے دل ڈر جائیں۔

خشوع سے مراد ہے نفس اور طبیعت کے آتشیں شعلوں کا امرِ عظیم یا کسی گھبراہٹ کے باعث سرد پڑ جانا۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: حکمِ (خدا) کے سامنے عاجزی و سرِ تسلیم خم کرنا اور حق (صحیح بات) دیکھنے کے لیے بیتاب ہونا۔

دوسرا درجہ: نفس و عمل کی آفات کی تاڑ لگانا، اور اپنے اوپر ہر صاحبِ فضیلت کی فضیلت کا پاس رکھنا اور نسیمِ فنا کا محوِ خرام ہونا۔

تیسرا درجہ: وقتِ مکاشفہ حرمت کا پاس رکھنا، مخلوق کی خوبیوں سے وقت کو صاف بنانا اور محض فضل وکرم کا مشاہدہ کرنا ہے۔

باب الاخبات

قال اللہ عزّوجل (وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ) الاخبات من اوائل مقام الطمانينة وهو و

رود المأ من من الرجوع والتردُد وهو على ثلاث درجات۔ الدرجةُ الاولىٰ أن تستغرق المعصمة الشهوة وتستدرك الارادة الغفلة ويستهوى الطلب السلُوَّ۔ الدرجةُ الثانيةُ انْ لا يُنقِصَ ارادتَهٗ سَبَبٌ وَلَا يُوحِشَ قَلْبَهٗ عَارض وَلَا يَقْطَعُ الطرِيْقَ عَلَيْهِ فتنةٌ۔ الدرجة الثالثة أن يستوى عندهٗ المدحُ والذمُ وأن تدوم لَائِمَتُهٗ لِنَفْسِهٖ وتعمى عن نقصان الخلقِ عن درجتهٖ۔

بابِ اخبات (عاجزی کرنا)

حل لغت: سلوًا و سُلُوًّا (ن) بھول جانا، تسلی پانا، بے غم ہونا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ (حج: 34)

''اور (اے حبیب!) عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں''۔

اخبات طمانینت کے ابتدائی درجات سے ہے یہ رجوع اور تردد سے امن والے مقام پر جاگزین ہونا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: پاکدامنی شہوت پر غالب آجائے اور ارادہ غفلت کا استدراک کرلے۔

دوسرا درجہ: کوئی سبب ارادے کو توڑ نہ سکے، کوئی چیز دل کو وحشت زدہ نہ کرے اور کوئی فتنہ اس کی راہ کو روک نہ سکے۔

تیسرا درجہ: بندے کے ہاں مدح و ذم کی حیثیت یکساں ہوجائے، ملامت کرنی ہو تو صرف اپنے نفس پہ ہو اور اس بات سے نابینا ہوجائے کہ کسی کو اپنے سے ہیچ دیکھ پائے۔

باب الزهد

قال الله تعالیٰ (بَقِيَّتُ اللهِ خَيْرٌ لَّكُمْ) الزهد اسقاط الرغبة عن الشيء بالكليّة وهو للعامة قربة وللمريد ضرورة وللخاص خشية وهو على ثلاث درجات۔ الدرجة الاولىٰ الزهد فى الشبهة بعد ترك الحرام بالحذر من المعتبة والأنفة من المنقصة وكراهة مشاركة الفساق۔ الدرجة الثانية الزهد فى الفضول وما زاد علىَ المسألة

والبلاغ من القوت باغتنام التفرغ الی عمارة الوقت وحسم الجاش والتحلی بحلیة الأنبیاء والاولیاء والصدیقین ۔ الدرجة الثالثة الزهد فی الزهد بثلاثة اشیاء باستحقاق مازهدت فیه واستواء الحالات عندك والذهاب عن شهودك الاکتساب ناظرا الی وادی الحقائق۔

بابِ زہد

حل لغت: حسماً (ض) جڑ سے کاٹنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ۔ (ہود:86)

''اللہ کا دیا جو بچ رہے تمہارے لیے بہتر ہے''۔

زہد کسی چیز سے کلی طور بے رغبت ہو جانا ہے، یہ عوام کے لیے باعثِ ثواب، مرید کے لیے ضروری اور خواص کے لیے خشیت ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ترکِ حرام کے بعد مشتبہ چیز سے بھی پرہیز کرنا، کسی سے ناراض نہ ہونا، اور تھوڑے مال سے بھی خرچ کرنا اور فساق کے ساتھ مشارکت سے متنفر رہنا۔

دوسرا درجہ: زندہ رہنے کے لیے ضروری رزق کے علاوہ جو بھی سوال اور ضرورت سے ماسوا ہو چھوڑ دیا جائے اور فراغت کو تعمیرِ وقت کے لیے غنیمت سمجھا جائے، (ہوا و ہوس کو) جوش دینے والی چیز کو ختم کر دیا جائے اور انبیا، اولیا، اور صدیقین کے زیور سے آراستہ ہونا چاہیے۔

تیسرا درجہ: یہ زہد میں زہد اختیار کرنا ہے اور یہ تین چیزوں سے حاصل ہوگا

۱۔ جو زہد اختیار کیا ہے اسے تھوڑا سمجھا جائے۔

۲۔ بندے کے ہاں ہر قسم کے حالات یکساں ہو جائیں۔

۳۔ وادی حقائق کی جانب نظر لگائے اکتساب کو دیکھنے سے گزر جائے۔

باب الورع

قال تعالیٰ (وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ) الورع توقٍ مستقصًى علىٰ حذر أو تحرّجٌ علىٰ تعظيم، وهو آخر مقام الزهد للمريد وهو علىٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ تجنبُ القبائح بصون النفس وتوقير الحسنات وصيانةُ الاِيمان وهٰذه الصفاتُ الثلاثةُ فی الدرجة الاولیٰ هی ورع المريدِ۔ الدرجة الثانية حفظُ الحدود عند ما لا بأس به اِبقاءً علی الصيانة والتقویٰ صعودًا عن الدناءة وَ تخلّصا عن اقتحام الحدود۔ الدرجة الثالثة التورع عن كل داعية تدعو اِلیٰ شتات الوقت والتعلقِ بالتفرّق وعارض يعارضُ حالَ الجمع۔

بابِ ورع (شبہات اور گناہوں سے بچنا)

حلِ لغت: حذراً (س) بچنا ہوشیار رہنا ورعاً۔شبہات اور گناہوں سے بچنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿۴﴾) (مدثر:4)

''اور اپنے کپڑے پس انہیں پاکیزہ کیجیے''۔

ورع سے مراد انتہا درجے کی احتیاط کرنا ہے یا حرمتِ نہی کی تعظیم کرتے ہوئے (غلطی پر) حرج محسوس کرنا ہے

یہ عوام کے لیے زہد کا آخری مقام ہے جبکہ مرید کے لیے پہلا۔ اور اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: نفس کی حفاظت کرتے ہوئے برے کاموں سے بچنا نیکیاں زیادہ سے زیادہ کرنا اور ایمان کی حفاظت کرنا پہلے درجے کی یہ تینوں صفات مرید (حق کا ارادہ رکھنے والے) میں پائی جاتی ہیں۔

دوسرا درجہ: ایسی باتیں جہاں ویسے (عوام کے نزدیک) تو کوئی حرج نہ ہو وہاں بھی تقویٰ وحفاظت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے حدود کی پاس داری کرنا گھٹیا حرکات سے کنارہ کشی

کرنا اور حدود میں در اندازی سے بچاؤ رکھنا۔

تیسرا درجہ: ہر ایسی اُلجھن جو وقت کو بکھرا بکھرا بنا دے اور تفرق سے منسلک کر دے نیز ہر ایسا عارضہ جو حالتِ جمع پر اثر انداز ہو اس سے بچاؤ کیا جائے۔

باب التبتّل

قال الله تعالیٰ (وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا) التبتل الانقطاع الیه بالکلیّة وقولهٗ تعالیٰ أی التجرید المحض وهو علیٰ ثلاث درجات ، الدرجة الاولیٰ تجرید الانقطاع من الحظوظ واللحوظ الیٰ العالم خوفاً أوْ رجاء ومبالاة بحال فحسم الرجاء بالرضا وقطع الخوف بالتسلیم ورفض المبالاة بشهود الحقیقة۔ الدرجة الثانیة تجرید الانقطاع عن التعریج علَی النفس بمجانبة الهویٰ وتنسم روح الأنس وشیم برق الکشف۔ الدرجة الثالثة تجرید الانقطاع الَی السبق بتصحیح الاِستقامة والاستغراق فی قصد الوصول والنظر الیٰ اوائل الجمع۔

بابِ تبتّل (منقطع ہونا)

حلِ لغت: التعریج۔ جھکنا، ٹھہرنا، اعتماد کرنا۔ حظ۔ حصہ۔ (ج) حظوظ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ﴿٨﴾) (مزمل:8)

''سب کو چھوڑ کے اسی کے ہو جاؤ''۔

تَبَتَّلْ سے مراد ہے مکمل طور سے اسی کا ہو جانا۔ اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے (لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ) اسی کے لیے دعوتِ حق ہے یعنی کہ تجریدِ محض (ماسوا حبیب کے سب کچھ چھوڑ دینا) صرف اسی کے لیے ہے۔ اس کے تین درجے ہیں

پہلا درجہ: اپنے حقوق، کسی خوف یا امید کے باعث جہاں کی طرف دیکھنے اور کسی بھی حال کی طرف دیکھنے سے منقطع ہو جانا۔ لہٰذا امید کو رضا کی خاطر، خوف کو تسلیم کی خاطر اور اردگرد کے دھیان کو شہودِ حقیقت کی خاطر دل و دماغ سے نکال دیا جائے۔

دوسرا درجہ: خواہشِ نفس سے دریغ کرتے ہوئے نفس پر کسی صورت بھی اعتماد نہ کیا جائے اور روح، انس کی خوشبو حاصل کی جائے نیز کشف کی بجلی جس سمت چمک رہی ہو اس کا مشاہدہ کیا جائے۔

تیسرا درجہ: استقامت کو صحیح کرتے ہوئے اگلی منزل کو چلے جانے کی خاطر (باقی چیزوں سے) انقطاع کیا جائے۔ اور مقصود تک پہنچنے میں ہمہ تن گوش ہو جائے اور نظر اوائلِ جمع پہ ٹکی رہے۔

باب الرجاء

قال الله تعالیٰ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) الرجاء اضعف منازلِ المريدِ لانّهٗ معارضةٌ من وجه واعتراضٌ من وجه وهو وقوعٌ فی الرعونة فی مذهب هٰذه الطائفة اِلا مَا فيه مِن فائدة واحدةٍ ولهٰذا نزِل باسمِه التنزيلُ والسنّةُ۔ و دَخل فی مسالك المحققين، وتلك الفائدة أنّهٗ يفنی حرارة الخوف حتّٰی لا يَعْدُو الی الاِيأس۔ والرجاء علیٰ ثلاثة درجات۔ الدرجة الاولیٰ رجاءٌ يبعث العامل علَی الاجتهادِ ويولد التلذّذ بالخدمة ويوقظ سماحة الطباع بترك المنأی۔ الدرجة الثانية رجاء أرباب الرياضات ان يَبْلُغُوا موقعًا تَصْفُوْ فيه برفض الملذوذات ولزوم شروط العلم واستيفاء حدود الحميّة۔ الدرجة الثالثه رجاء أرباب طيب القلوب، وهو رجاء لقاء الحق تعالیٰ الباعث علَی الاشتياق، المنغض للعيش والمزهد فی الخلق۔

بابِ رجاء (اُمید)

حلِ لغت: سماحۃ (ک،ف) فیاض وسخی ہونا ناءی یناءی ناءیاً دور ہونا الحمیۃ نفرت، مروت، نخوت المنغض آنکھوں کو بند کرنے والی چیز

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَ الْيَوْمَ

الْاٰخِرَ۔(احزاب:21)

''تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں خُوبصورت نمونہ ہے ان کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کی امید رکھتے ہیں''۔

رجاء مرید (حق) کی کمزور ترین منزل ہے کیونکہ یہ مرضیٔ محبوب کے سامنے اپنی رائے کا پیش کرنا ہے یا (مقابلے میں نہ سہی) کم از کم اتنا تو ہے کہ اپنی خواہش کو از خود پیش کرنا ہے اور اس طائفہ (عشاق) کے مذہب میں اسے رعونت خیال کرتے ہیں تاہم اس کا ایک فائدہ بھی ہے اسی لیے اس کو وہی نام دے دیا گیا ہے جو قرآن وسنت میں مذکور ہے اور محققین کے مسالک میں اسے داخل کر دیا گیا ہے۔

فائدہ: وہ یہ ہے کہ اس کی بدولت خوف کی حرارت فنا ہو جاتی ہے اور بندہ مایوسی سے دو چار نہیں ہوتا۔

اس کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ: یہ بندے کو سخت کوشی پر ابھارتا ہے اور خدمت میں لذت پیدا کر دیتا ہے۔ دوری کو چھوڑ کر طبیعت میں نرمی وفیاضی پیدا کر دیتا ہے۔

دوسرا درجہ: یہ اربابِ ریاضت کی امید ہے کہ وہ ایسی منزل آشنا بن جائیں گے جہاں ان کی ہمتیں صاف ہو جائیں گی۔ اور اس کے حصول کا ذریعہ یہ ہے کہ لذتوں کو ترک، شروطِ علم کی پاسداری اور حدودِ مروت کو پورا کیا جائے۔

تیسرا درجہ: یہ پاکیزہ دل والوں کا درجہ ہے۔ یہ حق تعالیٰ سے ملاقات کی وہ امید ہے جو شوق پیدا کرتی ہے، زندگی کو اجیرن بنا دیتی ہے اور مخلوقِ خدا سے بیگانہ کر دیتی ہے۔

باب الرغبة

قال تعالیٰ (وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا) الرغبة الى الحق بالحقيقة من الرجاء وهى فوق الرجاء لانّ الرجاء طمع يحتاج الى التحقيق، والرغبة هى سلوك على التحقيق، والرغبة على ثلاث درجات۔ الدرجة الاولى رغبة اهل الخير ، تتولد من العلم

فتبعث على الاجتهاد، وتمتع صاحبها من الرجوع الیٰ غثاثة الرخص۔ الدرجة الثانية رغبة أرباب الحال، وهي رغبة لا تبقى من المجهود الّا مبذولا ولا تدع للهمّة ذبولا ولا تترك غير المقصود مأمولا۔ الدرجة الثالثة رغبة اهل الشهود، تشوّق تصحبهٗ نفيّة وتحملهٗ هِمّةٌ نقيّة ولا تبقٰى معهٗ من التفريق بقيّة۔

بابِ رغبت

حلِ لغت: غثاثۃ کمزوری۔ ذیل (ج) ذیول چیز کا آخر، کپڑے کا دامن، ریت پر ہوا کے نشانات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا (انبیا:90)

" اور وہ ہماری عبادت کرتے ہیں رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے"۔

رغبتِ حق یہ درحقیقت امید کی ہی ایک قسم ہے لیکن اس سے فوقیت رکھتی ہے کیونکہ امید ایک طمع ہے جو محتاجِ تحقیق ہے جب کہ رغبت بذاتِ خود تحقیق پہ چلنے کا نام ہے۔ اور رغبت کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: یہ اہلِ خیر کی رغبت ہے جو علم سے پیدا ہوتی ہے، کاوش پہ ابھارتی ہے اور اپنے اہل کو رخصت کی کمزوری کی طرف پلٹنے سے رکاوٹ بنتی ہے۔

دوسرا درجہ: یہ اہلِ حال کی رغبت ہے اس میں کوشش انتہا کی ہوتی ہے اور ہمت کی ساری توانائیاں صرف ہوتی ہیں اور مقصود کے علاوہ کسی اور کی تمنا تک نہیں ہوتی۔

تیسرا درجہ: یہ اہلِ شہود کی رغبت ہے۔ یہ ایسا شوق ہے جسے پرہیز گاری کا ساتھ ہوتا ہے اور پاکیزہ ہمت اسے ابھارتی ہے اور اس کے ہوتے ہوئے تفریق کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔

وأمّا قسم المعاملات

فهي عشرة أبواب، وهي الرعاية والمراقبة والحرمة والإخلاص والتهذيب والاستقامة والتوكّل والتفويض والثقة والتسليم۔

معاملات کی اقسام

یہ دس ہیں رعایت (نگہداشت)، مراقبہ، حرمت، اخلاص، تہذیب، استقامت، توکل، تفویض، ثقہ، تسلیم

باب الرعاية

قال الله عزّ وجلّ (فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا) الرعاية صونٌ بالعناية وهی علی ثلاث درجات۔ الدرجة الاولی رعاية الاعمال والدرجة الثانية رعاية الاحوال والدرجة الثالثة رعاية الاوقات فأمّا رعاية الاعمال فتوفيرها بتحقيرها والقيام بها من غير نظر إليها واجراؤها مجری العلم لا علی التزين بها وأمّا رعاية الاحوال فهو أنْ يعدّ الاجتهاد مرآة واليقين تشبعا والحال دعوی۔ وامّا رعايه الاوقات؛ فأن تقف مع كلّ خطوة ثمّ أنْ تغيب عن خطوة بالصفا من رسمه ثمّ تذهب عن شهودِ رسمه۔

بابِ رعایت (نگہداشت)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔ (حدید: 27)

"پس وہ اس کی اس طرح رعایت نہ کر سکے جس طرح اس کی رعایت کا حق تھا"۔

رعایت: اس سے مراد توجہ دیتے ہوئے کسی چیز کی حفاظت کرنا ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔ ۱۔ اعمال کی رعایت۔ ۲۔ احوال کی رعایت ۳۔ اوقات کی رعایت

۱۔ رعایتِ اعمال: اس سے مراد ہے کہ اعمال کی فراوانی ہو لیکن انہیں کم سے کم سمجھا

جائے۔ بندہ ان کی ادائیگی کرتا رہے لیکن کسی حساب میں نہ رکھا جائے۔ اور انہیں علم کے قائم مقام سمجھا جائے لیکن (عوام میں) ان سے زینت نہ حاصل کی جائے۔

۲۔ رعایتِ احوال: اس سے مراد ہے کہ کاوش کو آئینہ بنایا جائے اور یقین سے سیر شکم رہا جائے اور بندے کا حال ہی اس کا دعویٰ ہو۔

۳۔ رعایتِ اوقات: اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ ہر قدم پہ رک جائے اور پھر ہر قدم سے اس طرح غائب ہو کہ اس کا نشان بھی نہ رہے اور پھر اس بات کے مشاہدے سے بھی گزر جائے۔

باب المراقبة

قال الله تعالیٰ (فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ) المراقبة؛ دوام ملاحظة المقصود و هی علی ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ مراقبة الحق فی السیر لهٗ علَی الدوام بین تعظیم مذهل ومداناة حاملة وسرور باعث۔ والدرجة الثانية مراقبة نظرالحق اِلیك برفض المعارضة، وبالاعراض عن الاعتراض، ونقض رعونة التعرض۔ الدرجة الثالثة مراقبة الأزل مطالعة عین السبق استقبالا لِعلم التوحید، ومراقبة ظهور اِشارات الأزل علی أحايين الأبد ومراقبة الاخلاص من ورطة المراقبة۔

بابِ مراقبہ

حلِ لغت: مذهل بھلا دینے والا۔ ورطة کنواں، بے راستہ میدان۔ مداناة قریب ہونا حاملةٌ اکسانے والی مطالطةٌ دہشت زدہ ہونا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾۔ (دخان:59)

''پس آپ انتظار کیجیے وہ بھی انتظار کر رہے ہیں''۔

مراقبہ: ہمیشہ مقصود کو دیکھتے رہنا۔ اس کے تین درجات ہیں

درجۂ اول: سفرِ حق میں ہمہ وقت اس کا ملاحظہ کیا جائے اور ایسی تعظیم کی جائے کہ بندہ خود سے بھی غافل ہو جائے اور ایسا قرب جو مزید انکسار رہا ہو اور ایسی خوشی جو انگیخت دلا رہی ہو ان سب کیفیتوں کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

دوسرا درجہ: اس بات کا دھیان کیا جائے کہ نظرِ حق میری طرف متوجہ ہے لہٰذا ترکِ معارضت، اعتراض سے کنارہ کشی اور بے رخی برتنے کی رعونت کا خاتمہ یقینی بنایا جائے۔

تیسرا درجہ: عینِ سبق (سابقہ نافذ شدہ احکامِ تقدیر) کے باعث دہشت زدہ ہوتے ہوئے علمِ توحید کی طرف متوجہ ہو کر ازل کا مراقبہ کیا جائے اور ابدی گھڑیوں میں اشاراتِ ازل کے ظہور کا مراقبہ کیا جائے اور مراقبے کی گہرائی سے نجات پانے کا مراقبہ کیا جائے۔

باب الحرمة

قال الله تعالیٰ (وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ) الحرمةُ هی التحرّجُ من المخالفاتِ والمُجاسَرات، وهی علیٰ ثلاثِ درجاتٍ۔ الدرجةُ الاولیٰ تعظيمُ الأمرِ والنهی لاخوفًا من العقوبة، فيكون خصومةً للنفس، ولاطالبا للمثوبة فيكون مستنزعا للآخرة ولا مشاهدة لأحد فيكون متدیّنا بالمرآة فانّ هٰذه الأوصاف كلّها شعب من عبادة النفس۔ الدرجة الثانية إجراء الخبر علیٰ ظاهرها، ولا يتحمل البحث عنها تعشقا، ولا يتكلّف لها تأويلا، ولا يتجاوز ظواهرها تمثيلا، ولا يدّعی عليها إدراكًا أوْ توهُّمًا۔ الدرجة الثالثة صيانة الاِنبساط أنْ يشوبهٗ جرأة، وصيانة السرور أنْ يداخلهٗ أمْنٌ، وصيانة الشهود أنْ يعارضهٗ سبب۔

بابِ حرمت

حل لغت: تحرج۔ گناہ سے بچنا۔ جسر (ن) اقدام کرنا، ناز کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ (حج:30)

''اور جو اللہ کی حرمات کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے''۔

حرمت: اس سے مراد ہے کہ حکمِ خداوندی/آدابِ خداوندی کی مخالفت اور ان کے خلاف جرات مندی سے سے بچا جائے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: امر و نہی کی تعظیم کی جائے لیکن اس کا باعث خوفِ سزا نہ ہو کیونکہ پھر تو یہ اپنے نفس کی خاطر کاوش بن جائے گی اور نہ ہی اس کا باعث طلبِ ثواب ہو کیونکہ یہ تو حصولِ آخرت کے لیے ہو جائے گا اور نہ ہی اس کا مقصد کسی اور چیز کا مشاہدہ ہو کیونکہ اس طرح وہ آئینے کا پیرو بن جائے گا اور یہ تمام باتیں تو نفسانی عبادت سے ہیں۔

دوسرا درجہ: خبر کو اپنے ظاہر پر جاری کیا جائے اور اس سے مراد یہ ہے کہ عوام کی توحیدِ خبری کا علم اس کے ظاہر کے مطابق ہی دیا جائے

اظہارِ عشق کی خاطر اس میں بحث نہ کی جائے اور نہ ہی کسی تاویل کا تکلف کیا جائے اور نہ ہی اس کے ظواہر سے تمثیلاً تجاوز کیا جائے اور اس پر کسی ادراک و توہم کا دعویٰ بھی نہ کیا جائے۔

تیسرا درجہ: انبساط (ایسی حالت جو دل کو خوش کرے) کی حفاظت کی جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں جرأت کی آمیزش ہو جائے، سرور کی حفاظت کی جائے کہ کہیں اس میں امن کی مداخلت نہ ہو جائے۔ اور شہود کی حفاظت کی جائے کہ اس میں سبب عارض نہ آ جائے۔

باب الاخلاص

قال اللہ تعالیٰ (أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ) والاخلاص تصفيةُ العملِ من كلّ شوبٍ، وهو على ثلاثِ درجاتٍ۔ الدرجةُ الاولىٰ إخراجُ رؤيةِ العمل والخَلَاصُ من طلبِ العوضِ علَى العمل، والنزولُ عن الرضا بالعمل والدرجة الثانية الخجل من العمل مع بذلِ المجهودِ، وتوفيرِ الجهدِ بالاحتماءِ من الشهود، و رؤية العملِ من نور التوفيق من عين الجود، الدرجة الثالثة إخلاص العمل بالاخلاص من

العمل، أنْ تدعهٗ يسير مسير العلم، وتسير أنْت مشاهدًا للحكم ، حرًا من رقّ الرسم۔

بابِ اخلاص

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ) (زمر:3)

''خبردار اللہ ہی کے لیے دین خالص ہے''۔

اخلاص اس سے مراد دل کو ہر قسم کی آمیزش سے صاف رکھنا ہے اس کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ: عمل کو اس بات سے خالص کیا جائے کہ بندہ اسے اپنا کارنامہ سمجھتا رہے، اسے بدلہ کی طلب سے بھی خالص کیا جائے اور بذریعہ عمل رضا سے بھی دست کش ہو جائے۔

دوسرا درجہ: اپنے عمل سے (معیاری نہ ہونے کے سبب) شرمساری محسوس کی جائے اور مشاہدہ کو پناہ بنانے کے لیے پوری پوری کوشش کی جائے اور چشمۂ سخاوت سے نورِ توفیق کے ذریعے عمل کو دیکھا جائے۔

تیسرا درجہ: عمل کو خالص کیا جائے کہ خود اس سے بھی خالص ہو جانا چاہیے اور اسے علم کی جگہ رکھ کر خود حکم کا مشاہدہ کرنا چاہیے اور بندہ رسم ورواج کی غلامی سے آزاد ہو جائے۔

باب التهذيب

قال الله تعالىٰ (فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الۡاٰفِلِيۡنَ) التهذيب محبّة أرباب البدايات، وهو شريعةٌ من شرائع الرياضات، وهو علىٰ ثلاث درجات، الدرجة الاولىٰ تهذيب الخدمة أنْ لا يخالطها جهالة، ولا يشوبها عادةٌ، ولا يقف عندها همّة۔ الدرجة الثانية تهذيب الحال، وهو أنْ لا يجنح الحال الى علم، ولا يخضع لرسمٍ ولا يلتفت إلىٰ حظ۔ الدرجة الثالثة تهذيب القصد، وهو تصفيتهٗ من ذلّ الاكراه وتحفُّظهٗ من مرض الفتور، ونصرتهٗ علىٰ منازعات العلم۔

بابِ تہذیب

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ) (انعام:76)

پس جب وہ (ستارہ) ڈوب گیا۔ تو فرمایا کہ میں ڈھلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تہذیب: یہ نو وارد (اہلِ ابتدا) کی محبت ہے۔

یہ ریاضت کے طریقوں میں سے ایک ہے اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: تہذیبِ خدمت ہے تا کہ اس میں جہالت کی دخل اندازی اور نہ ہی کسی عادت کی آمیزش ہونے پائے اور نہ ہی ایسا ہو کہ ہمت یہاں جواب دے جائے۔

دوسرا درجہ: یہ تہذیبِ حال ہے اور اس سے مراد ہے کہ حال کسی علم کی طرف مائل ہو اور نہ ہی کسی رسم کے سامنے جھکے اور نہ ہی کسی خواہشِ نفسانی کی طرف متوجہ ہو۔

تیسرا درجہ: تہذیبِ قصد ہے اور اس سے مراد ہے کہ قصد کو اکراہ (مجبوری) سے صاف کیا جائے اور مرضِ فتور (خلل) سے اس کی حفاظت کی جائے اور علمی جھگڑوں پر اس کی مدد کی جائے۔

باب الاستقامة

قال الله تعالیٰ (فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ) قولہٗ اليه اشارة اِلیٰ عين التفريد والاستقامةُ روح تحيا بها الأحوال كما تربو للعامة عليها الأعمالُ وهی برزخٌ بين وهاد التفرق وروابی الجمع، وهی علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ؛ الاستقامة علَى الاجتهاد فی الاقتصاد، لا عاديا رسم العلم ولا متجاوزا حدّ الاخلاص، و لا مخالفا نهج السنّة۔ الدرجة الثانية استقامة الاحوال، وهی شهود الحقيقة لا كسبًا، و رفضُ الدعویٰ لا علمًا، والبقاء مع نور اليقظة لا تحفّظا۔ الدرجة الثالثة استقامةٌ بترك رؤية الاستقامة بالغَيبة، عن تطلّب الاستقامة بشهود اِقامة الحق وتقويمہٖ عزّوجلّ۔

بابِ استقامت

حلِ لغت: وهد پست زمین (ج) وِهاد تقویم کسی چیز کی تعیین وتعدیل کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَاسْتَقِيمُوٓا اِلَيْهِ۔ (حم السجدہ:6)

اِلیہ: (اس کی طرف) اس فرمان میں عینِ تفرید (یکتائی) کی طرف اشارہ ہے۔

استقامت: اس سے مراد وہ روح ہے جس سے احوال کو جلا ملتی ہے، اس سے عوام کے اعمال میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ تفرق کی گھاٹیوں اور جمع کے بلند ٹیلوں کے درمیان برزخ ہے۔

اس کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ: اقتصاد (میانہ روی) میں کوشش پر استقامت اپنانا، بندہ نشانِ علم کا دشمن نہ بنے، نہ ہی حدِ اخلاص سے تجاوز کرنے والا ہو اور نہ ہی راہِ سنت کا مخالف بنے۔

دوسرا درجہ: استقامتِ احوال ہے اور اس سے مراد شہودِ حقیقت ہے نہ کہ (محض) کسب اختیار کرنا ہے اور ترکِ دعویٰ ہے نہ کہ علم کو ترک کرنا ہے اور نورِ بیداری کے ساتھ بقا ہے نہ کہ (محض) تحفظ ہے۔

تیسرا درجہ: حق کی تعیین اور اقامتِ حق کے مشاہدے پر استقامت کو طلب کرتے ہوئے حالتِ غیب کی استقامت کے دیکھنے کو ترک کرنا ہے۔

باب التوكّل

قال الله تعالىٰ (وَعَلَى اللهِ فَتَوَكَّلُوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ) التوكل: كِلَةُ الامر كلّه الىٰ مالكه والتعويل علىٰ وكالته، وهو من اصعب منازل العامة عليهم واَوْهى السبل عند الخاصة، لانّ الحق قد وكّل الأمور كلّها الىٰ نفسه، وأَيِسَ العالَمُ عَنْ ملكِ شيء منها، وهو علىٰ ثلاث درجات كلّها تسير مسير العامة۔ الدرجة الأولىٰ التوكّل مع الطلب، ومعاطاة السبب علىٰ نيّة شغل النفس، ونفع الخلق وترك

الدعویٰ، الدرجة الثانية التوكّل مع اسقاط الطلب، وغض الطرف عن السبب اجتهادا لتصحيح التوكّل وقمعا لشرف النفس، وتفرغا الیٰ حفظ الواجبات۔ الدرجة الثالثة التوكّل مع معرفة التوكّل والمنازعة اِلَی الخلاص من علة التوكّل وهو ان تعلمَ اَنَّ مِلكة الحق تعالیٰ للاشیاء عزة لا یشارکہٗ فیها مشارك، فیكل شریکہٗ الیه، فانّ من ضرورة العبودیة أن یعلم العبد انّ الحق تعالیٰ هو مالك الاشیاء وحدہٗ۔

بابِ توکل

حلِ لغت: ادھی کمزور ترین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (مائدہ:23)

''اور اللہ پہ ہی بھروسا کرو اگر تم ایمان دار ہو''۔

توکل: سارے کا سارا معاملہ اس کے مالک کے سپرد کر دینا اور اسی سپردگی پہ بھروسا کرنا ہے اور یہ عام لوگوں کے لیے مشکل ترین منزل ہے اور خواص کے لیے کمزور ترین راستہ ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے جملہ امور کو اپنے پاس کر لیا ہے اور جہان کو ان سے کسی بھی چیز کی ملکیت سے مایوس کر دیا ہے۔ اور اس کے تین درجات ہیں اور یہ سارے کے سارے عوام کے ہیں۔

پہلا درجہ: طلب کے ساتھ توکل کرنا ہے اور نفس کو مشغول کرنے، مخلوق کو نفع دینے اور دعوی کو ترک کرنے کی نیت پر سبب کو اپنانا ہے۔

دوسرا درجہ: طلب کو ساقط کرتے ہوئے اور سبب سے آنکھیں بند کرتے ہوئے توکل کرنا ہے وہ اس طرح کہ تصحیح توکل کے لیے بھرپور کوشش کی جائے اور نفس کے بڑے پن کا خاتمہ کیا جائے اور حفاظتِ واجبات کے لیے فراغت حاصل کی جائے۔

تیسرا درجہ: توکل کی جان پہچان کے ساتھ توکل کرنا ہے اور علتِ توکل سے بھی رہائی پانے کی خاطر کوشش کرنا ہے اور اس سے مراد یہ جان لینا ہے کہ حق تعالیٰ کی ملکیت ملکیتِ

عزت ہے اور اس میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں کہ کوئی کام اس کے سپرد کر دے کیونکہ تقاضائے عبودیت یہی ہے کہ بندہ حق تعالیٰ کو ہی جملہ اشیا کا تنہا مالک سمجھے۔

باب التفويض

قال الله تعالىٰ حاكيا عن مؤمن آل فرعون (وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ) التفوض: ألطف إشارة، واوسع معنًى من التوكّل، فاِنّ التوكّل بعد وقوع السبب والتفويضُ قبل وقوعه وبعده وهو عند الاستسلام، والتوكل شعبةٌ منه وهو على ثلاث درجات۔ الدرجة الاولىٰ أن يُعْلم انّ العبد لا يملك قبل عمله استطاعةً، فلا يامن من مكر، ولا ييأس من معونة، ولا يعول على نيّة۔ الدرجة الثانية معاينة الاصرار، فلا يرىٰ عملا منجيا، ولا ذنبا مهلكاً ولا سببا حاملا۔ الدرجة الثالثة شهود انفراد الحق بملك الحركة والسكون، والقبض والبسط، ومعرفته بتعريف الفرقة والجمع۔

بابِ تفویض (سپرد کرنا)

باری تعالیٰ نے الِ فرعون کے مؤمن کی حکایت بیان کرتے ارشاد فرمایا:

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ۔ (مؤمن: 44)

''میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں''۔

تفویض: یہ توکل کی نسبت اشارہ کے لحاظ سے زیادہ لطیف اور معنی کے لحاظ سے زیادہ وسیع ہے کیونکہ توکل سبب کے واقع ہونے کے بعد ہے جبکہ تفویض سبب سے پہلے اور بعد بھی ہے۔

تفویض تب ہوتی ہے جب سر تسلیم خم ہو اور توکل اس کے ایک شعبے کا نام ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: اس بات کا جان لینا ہے کہ بندہ عمل سے پہلے کسی استطاعت کا مالک نہیں لہٰذا وہ اپنے آپ کو کسی فریب سے محفوظ نہیں سمجھتا اور نہ ہی مدد سے مایوس ہوتا ہے اور نہ ہی

نیت پر بھروسا کرتا ہے۔

دوسرا درجہ: اصرار (اپنے ارادے پر جمے رہنا) کا معاینہ کرنا ہے اس میں بندہ اپنے کسی عمل کو قابل نجات، نہ ہی کسی گناہ کو مہلک اور نہ ہی کسی سبب کو بار آور سمجھتا ہے۔

تیسرا درجہ: حرکت، سکون، قبض و بسط کی ملکیت میں حق تعالیٰ کی انفرادیت کا مشاہدہ کیا جائے اور حق تعالیٰ کی تفرقہ و جمع کی شان کو پہچانا جائے۔

باب الثقة

قال اللہ تعالیٰ (فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ) الثقة سواد عين التوكّل، ويقظة دائرة التفويض، وسويداء قلب التسليم، وهي على ثلاث درجات۔ الدرجة الاولى وهي درجة الاياس، وهو يأس العبد من مقاواة الاحكام، ليقعد من منازعة الأقسام، ليتخلص عن قحة الاقدام۔ الدرجة الثانية درجة الأمن وهو أمن العبدِ من فَوْتِ المقدور، وانتقاض المسطور، فيظفر بروح الرضا، والا فبعين اليقين، والّا فبلطف الصبر، الدرجة الثالثة معاينة أزليّة الحق، ليخلص من محن القصود، وتكاليف الحمايات، والتعريج على معارج الوسائل۔

بابِ ثقہ (اعتماد)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ۔ (قصص: 7)

''پس جب آپ کو (اے امِ موسیٰ) ان پہ خوف ہو تو انہیں دریا میں ڈال دینا''۔

ثقہ: یہ توکل کی آنکھ کی سیاہ دھیری ہے، دائرۂ تفویض (ہر چیز سپردِ خدا کر دینا) کی بیداری اور قلبِ تسلیم کا درمیانی نقطہ ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: درجۂ ایاس (ناامیدی) ہے۔ اس سے مراد ہے کہ بندہ احکام پر اپنی طاقت کے بل بوتے پر غالب آنے سے مایوس (ناامید) ہو جائے تا کہ مختلف قسم کے احکام کے ساتھ مقابلہ بازی سے باز آ جائے اور پیش قدمی کی بے شرمی سے نجات پا لے۔

دوسرا درجہ: درجۂ امن ہے۔ اس سے مراد ہے کہ بندہ تقدیر میں لکھے گئے حصے کے

فوت ہونے اور نوشتۂ تقدیر کے ختم ہو جانے سے مایوس ہو جائے نتیجتاً وہ شخص روحِ رضا یا پھر عینِ یقین یا پھر لطفِ صبر سے کامیاب ہو جائے گا۔

تیسرا درجہ: ازلیتِ حق کا معاینہ ہے تا کہ بندہ اپنے ارادوں کی محنتوں، نخوتوں کی مشقتوں اور مدارجِ وسائل پر چڑھنے سے نجات پا لے۔

باب التسليم

قال الله تعالىٰ (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ) وفي التسليم والثقة والتفويض مافي التوكّل من الاعتدال، وهو من أعلىٰ درجات سبل العامة، وهو علىٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولىٰ تسليم ما يزاحم العقول مما يشق علىَ الأوهام من الغيب والاذعانِ، لما يغالب القياس من سير الدول والقسم والاجابة لمايوزع المريد من ركوب الأحوال۔ الدرجة الثانية تسليم العلم الَى الحال، والقصد الَى الكشف والرسم الَى الحقيقة، الدرجة الثالثة تسليم ما دون الحق الَى الحق، مع السلامة من رؤية التسليم، بمعاينة تسليم الحق اياك اليه۔

بابِ تسلیم (راضی ہونا، سپرد کرنا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٥﴾ (النساء)

''پس اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے رب کی قسم لوگ مومن نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ آپس میں پھوٹے ہوئے جھگڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثالث نہ مان لیں پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر دلوں میں بوجھ محسوس نہ کریں اور بدل وجاں تسلیم کر لیں''۔

تسلیم، ثقہ اور تفویض ان سب میں توکّل میں موجود خوبیٔ اعتدال مشترک ہے۔ اور یہ طریقہ ہائے عوام کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: غیب و اذعان (مان لینا) سے ان چیزوں کو تسلیم کرنا ہے جو اوہام پر شاق ہونے کی وجہ سے عقول سے ٹکراتی ہیں کیونکہ جہاں بینی کے باعث یہ قیاس پر غالب ہوتی ہیں ان کا تعلق تخمینہ بازی سے بھی ہو سکتا ہے اور ایسی باتوں کے مان لینے سے بھی جو مرید کو احوال پر سوار ہونے سے پراگندہ کردیں۔

دوسرا درجہ: علم کو حال، قصد کو کشف، اور رسم کو حقیقت کے سپرد کرنا ہے۔

تیسرا درجہ: ماسوائے حق کو سپردِ حق کرنا ہے اس کے ساتھ ساتھ کہ رویتِ تسلیم باقی رہے وہ اس طرح کہ اس بات کا معاینہ کیا جائے کہ حق نے تجھے بھی اپنے ہی سپرد کر رکھا ہے۔

وامّا قسم الأخلاق

فهی عشرۃ أبواب؛ وھو الصبر، والرضا، والشکر، والحیاء، والصدق، والإیثار، والخلق، والتواضع، والفتوۃ، والإنبساط۔

اخلاقیات

اس بارے میں دس ابواب ہیں۔ صبر، رضا، شکر، حیا، صدق، ایثار، خلق، تواضع، فتوت، انبساط

باب الصبر

قال اللہ تعالیٰ (وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰهِ) الصبر حبس النفس علیٰ جزع کامن عن الشکویٰ، وھو ایضًا من اصعب المنازل علَی العامّۃ، وأوحشھا فی طریق المحبّۃ، وأنکرھا فی طریق التوحید، وھو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجۃ الأولیٰ: الصبر عن المعصیۃ بمطالعۃ الوعید، اِبْقاءً علَی الایمان وحذرًا من الحرام، وأحسن منھا الصبر عن المعصیۃ حیاءً۔ الدرجۃ الثانیۃ الصبر علَی الطاعۃ، بالمحافظۃ علیھا دواما، وبرعایتھا اِخلاصا، وبتحصینھا علمًا۔ الدرجۃ الثالثۃ الصبر فی البلاء، بملاحظۃ حسن الجزاء، وانتظار روح الفرج، وتھوین البلیّۃ بعدِّ أیادی المنن، وتذکّر سوالف النعم۔ وفی ھٰذہ الدرجات الثلٰثۃ نزلَتْ (یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا) یعنی فی البلاء (وَصَابِرُوْا) یعنی عن المعصیۃ (وَرَابِطُوْا) یعنی علَی الطاعۃ، وأضعف الصبر الصبر للہ وھو صبر العامۃ، وفوقہ الصبر باللہ، وھو صبر المرید، وفوقہ الصبر علَی اللہ وھو صبر السالکین۔

بابِ صبر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (نحل:127)

''اور صبر کیجیے اور آپ کا صبر اللہ ہی کے ساتھ ہے''۔

صبر سے مراد پوشیدہ غم پر نفس کو اظہارِ شکایت سے روک رکھنا ہے اور عوام کے لیے تو یہ بھی ایک مشکل ترین منزل ہے اور طریقِ محبت میں انتہائی وحشت ناک اور طریق توحید میں عجیب تر ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: وعید کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے گناہ سے صبر کرنا، ایمان کو باقی رکھنا اور حرام سے بچنا ہے اور سب سے حسین صبر وہ ہے جس میں گناہ سے بوجہ حیا کنارہ کشی کی جائے۔

دوسرا درجہ: طاعت پر صبر کرنا ہے وہ اس طرح کہ ہمیشہ اس کی حفاظت، اخلاص کے ساتھ اس کی رعایت اور علم کے ساتھ اس کی قلعہ بندی کی جائے۔

تیسرا درجہ: حسنِ جزا کو پیشِ نظر کیے، کشادگی کی ہوا کا انتظار کرتے ہوئے، پہلے احسانات کے بعد آزمائش کو ہلکا سمجھتے ہوئے اور سابقہ نعمتوں کو یاد کرتے آزمائش کی گھڑی میں صبر کرنا ہے۔

اور ان تین درجات کے بارے میں حکم خداوندی ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا اے ایمان والو! صبر کرو ''یعنی آزمائش میں''۔

(وَصَابِرُوا) اور رکے رہو ''معصیت سے''۔ (وَرَابِطُوا) اور ''اطاعت پر'' کمر بستہ رہو۔

کمزور ترین صبر ''الصبر للہ'' ہے۔ یہ عوام کا صبر ہے

اس سے اوپر ''الصبر باللہ'' ہے یہ مرید کا صبر ہے

اور اس سے اوپر ''الصبر علی اللہ'' یہ سالکین کا صبر ہے۔

باب الرضا

قال اللہ تعالیٰ (يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً) لم يدع فی هٰذه الآية للمتسخط اِليه سبيلاً، وشرط للقاصد الدخول فی الرضا، والرضا اسم للوقوف الصادق حيث ما وقف العبد، لا يلتمس متقدمًا ولا متأخرًا، ولا

يستزيد مزيدا ولا يستبدل حالا، وهو من أوائل مسالك اهل الخصوص، و أشقّها علَى العامة، وهو علَى ثلاث درجات۔ الدرجة الاولٰى رضا العامة وهو الرضا بالله ربًا، وبسخط عبادة ما دونه، وهو قطب رحى الاسلام، و هو مُطهر من الشرك الأكبر، وهو يصحّ بثلاث شرائط؛ أن يكون الله احبّ الاشياء الَى العبد، وأولى الاشياء بالتعظيم، واحق الاشياء بالطاعة۔ والدرجة الثانية الرضا عن الله تعالٰى وبهٰذا الرضا نطقت آيات التنزيل، وهو الرضا عنه فى كلّ ما قضٰى وقدر، وهٰذا من اوائل مسالك اهل الخصوص ويصح بثلاث شرائط: باستواء الحالات عند العبد، وسقوط الخصومة مع الخلق، وبالاخلاص فى المسئلة والالحاح، الدرجة الثالثة الرضا برضا الله تعالٰى، فلا يرى العبد لنفسه سخطًا ولا رضًا فيبعثه علٰى ترك التحكّم وحسم الاختيار، واسقاط التمييز ولو أدخل النار۔

بابِ رضا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَٱدْخُلِى فِى عِبَٰدِى ﴿٢٩﴾ وَٱدْخُلِى جَنَّتِى ﴿٣٠﴾ (فجر)

اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف یوں لوٹ آ کہ تو بھی راضی ہو اور رب تجھ سے راضی ہو۔

اس آیت میں خدا سے ناخوش شخص کے لیے کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی اور قاصد کے لیے شرط قرار دیا گیا کہ رضا میں داخل ہو جائے۔

رضا: اپنے ٹھہرنے کی جگہ پہ وقوفِ صادق ہو کہ وہاں سے آگے یا پیچھے کسی جگہ کو تلاش نہ کرے۔ اور طلبِ مزید اور تبدیلی حالت کا سوال بھی نہ کرے۔ یہ اہلِ خصوص کے ابتدائی مسالک سے ہے اور عوام کے لیے دشوار ترین ہے۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: عوام کی رضا کا ہے یہ اللہ کے رب ہونے پہ راضی ہونا اور کسی اور کی عبادت

سے ناراض ہونا ہے۔اور یہ اسلام کی چکی کا مرکزی مداراور شرکِ اکبر سے نجات دینے والی بات ہے۔اور یہ درجہ تین شرائط سے صحیح ہوگا

۱۔ذاتِ خدا جملہ اشیا سے بڑھ کر محبوب ہو۔ ۲۔ذاتِ خدا ہر چیز سے بڑھ کر لائقِ تعظیم ہو۔ ۳۔ذاتِ خدا کو ہر شے سے بڑھ کر اطاعت کا حقدار سمجھا جائے۔

دوسرا درجہ: اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا ہے۔اسی رضا کے بارے میں آیاتِ تنزیل آئی ہیں۔اوراس سے مراد ہر فیصلے اور نوشتۂ تقدیر پہ راضی ہونا ہے۔یہ اہلِ خصوص کے مسالک میں سے پہلا ہے اوراس کے صحیح ہونے کی تین شرائط ہیں۔

۱۔ بندے کے ہاں تمام حالات یکساں ہوجائیں۔ ۲۔مخلوق سے جھگڑے ختم ہو جائیں۔ ۳۔بارگاہِ خدا میں سوال اور زاری میں اخلاص کواپنایا جائے۔

تیسرا درجہ: اللہ کی رضا پہ راضی ہونا ہے اس میں بندے کے پاس اپنی خوشنودی و ناخوشی کا حق نہیں رہتا۔یہی بات سینہ زوری اور اختیار کے چھوڑنے پر اُبھارتی ہے۔اور بندہ اپنی ناخوشی وخوشنودی کا فرق بھی چھوڑ دیتا ہے خواہ اسے آگ میں ہی کیوں نہ ڈال دیا جائے۔

باب الشکر

قال الله عزّ وجلّ (وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ) الشكر: اسم لمعرفة النعمة لانّها السبيل الى معرفة المنعم، ومعانى الشكر ثلاثة أشياء: معرفة النعمة، ثم قبول النعمة، ثم الثنابُها وهوايضًا من سبل العامة، وهوعلیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ الشكر علَى المحاب، وهٰذا الشكر تشاركت المسلمون فيه واليهود والنصارىٰ والمجوس، ومِن سعة برّ البارى انّهٗ عدَّهٗ شكرًا، ووعد عليه الزيادة، واوجب فيه المثوبة۔ الدرجة الثانية الشكر فى المكاره، وهٰذا ممّن يستوى عنده الحالات اظهارُ الرضا، وممّن يميّز بين الاحوال كظمُ الغيظ والشكوىٰ، ورعايةُ الأدب ، وسلوكُ مسلك العلم، وهٰذا الشاكر اوّلُ من يدعٰى اِلَى الجنَّة۔ الدرجة الثالثة أن لا يشهد العبد الّا المنعم، فاذاشهد المنعم عبودةً استعظم

منه النعمة، فاذا شهدہٗ تفریدًا الم یشهد منه نعمةً ولا شدّةً۔

بابِ شکر

ارشادِ خداوندی ہے: وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ (سبا:13)

''اور تھوڑے ہیں میرے شکر گزار بندے''۔

شکر: نعمت کی پہچان کا نام ہے کیونکہ یہ انعام کرنے والے کی پہچان کا ذریعہ ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اسلام اور ایمان کوشکر کا نام دیا ہے۔شکر کے معانی تین چیزیں ہیں ا۔معرفتِ نعمت ۲۔قبولِ نعمت ۳۔اور پھر اس کی تعریف کرنا ہے۔اور یہ بھی عوام کے طریقوں میں سے ایک ہے۔اسکے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: نعمتوں پرشکر کرنا ہے اس میں مسلم، یہودی، عیسائی اور مجوسی سب شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی کی وسعت ہے کہ اس نے اسے بھی شکر قرار دیا ہے اور اس پر مزید عنایات کا وعدہ اور بدلے کو بھی واجب فرمادیا ہے۔

دوسرا درجہ: سختیوں میں شکر بجالانا ہے۔جس شخص کے ہاں ہر قسم کے حالات یکساں ہوں اس کی شکرگزاری اظہارِ رضا کا نام ہے اور جس کے ہاں حالات کی تمیز باقی ہو اس کی شکرگزاری غصے اور شکایت کا پی جانا، ادب کی رعایت کرنا اور علم کے راستے پہ چلنا ہے۔اور اس شاکر کو پہلے پہل جنت میں بلایا جائے گا۔

تیسرا درجہ: یہ وہ درجہ ہے کہ بندہ صرف انعام کرنے والے کو ہی دیکھا کرے اور جب بندہ ہونے کے ناطے منعم کو دیکھے گا تو اس کی آئی ہوئی نعمت کو بھی عظیم خیال کرے گا۔ اور جب اسے محبت کے ناطے دیکھے گا تو شدت کو بھی میٹھا محسوس کرے گا۔اور جب تفریدًا (یکتا کرتے ہوئے) دیکھے گا تو اس کی نظر میں نہ کوئی نعمت ہوگی اور نہ کوئی شدت ہوگی۔

باب الحياء

قال الله تعالیٰ (أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى) الحياء: من اوّل مدارج اهل الخصوص، يتولد من تعظيم منوط بودّ، و هو علیٰ ثلاث درجات، الدرجة الاولیٰ حياء يتولد

من علم التوحید، بنظر الحق فیجذبهٗ الیٰ تحمّل المجاهدة، ویحملهٗ علیٰ استقباح الجنایة، ویسکنهٗ عن الشکویٰ۔ الدرجة الثانیة حیاء یتولد من نظر فی علم القرب، فیدعوه اِلیٰ رکوب المحبّة، وبربطهٖ بروح الأنس، ویکرہ الیه ملابسة الخلق۔ الدرجة الثالثة حیاء یتولد من شهود الحضرة، وهی التی لا یشوبها هیبةٌ، ولا یقاویها تفرقة، ولا یوقف لها علیٰ غایة۔

بابِ حیا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی ﴿۱۴﴾ (علق:14)

''کیا اس نے نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے''۔

حیا: اہلِ خصوص کے مدارج سے پہلی چیز ہے اور یہ محبت سے ملی ہوئی ہے اور تعظیم سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: ایسی حیا جو علمِ توحید سے حق کو دیکھنے سے پیدا ہو اور یہ عمل مجاہدہ برداشت کرنے پر اکساتا ہے اور گناہ کو انسان کی نظروں میں قبیح بنا دیتا ہے اور دل وزباں کو شکایت سے گنگ کر دیتا ہے۔

دوسرا درجہ: ایسی حیا جو علمِ قرب میں غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے یہ عمل راہِ محبت پہ ابھارتا ہے اور روحِ انس کے ساتھ ربط پیدا کرتا ہے اور مخلوق کے ساتھ آمیزش کو ناپسند بنا دیتا ہے۔

تیسرا درجہ: ایسی حیا جو شہودِ بارگاہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس میں اثرِ ہیبت اور نہ ہی تفرقہ کی خلل اندازی پائی جاتی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی غایت بیان کی جا سکتی ہے۔

باب الصدق

قال الله تعالیٰ (فَاِذَا عَزَمَ الۡاَمۡرُ ۟ فَلَوۡ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ ﴿۲۱﴾) الصدق: اسم لحقیقة الشیء حصولاً و وجودًا و هو علیٰ ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ صدق القصد، وبهٖ یصحّ الدخول فی هٰذا الشان ویُتلافی کلُّ تفریط، ویتدارك کل فائتٍ،

ویعمر کل خراب۔ وعلامة هٰذا الصادق: ان لا یحتملَ داعیة الیٰ نقض عهد، ولا یصبر علیٰ صحبة ضد، ولا یقعد عن الجدّ بحال۔ الدرجة الثانیه ان لا یتمنّی الحیاۃ الّاللحق، ولا یشهد من نفسهٖ الّا أثر النقصان، ولا یتلفت الیٰ ترقیة الرخص۔ الدرجة الثالثةالصدق فی معرفة الصدق، فانّ الصدق لا یستقیم فی اهل الخصوص الاّ علیٰ حرفٍ واحد، وهو أن یتّفق رضا الحق بعمل العبد راضیًا مرضیا، فاعمالهٗ اذًا مرضیةٌ، واحوالهٗ صادقةٌ، وقصودهٗ مستقیمة، وان کان العبد کسیٰ ثوبًا معارًا، فأحسن اعمالهٖ ذنبٌ، واصفٰی قصودهٖ قعود۔

بابِ صدق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ ۚ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝
(محمد:21)

پس جب حکم پختہ ہو چکا (جہاد فرض ہو گیا) تو اگر اللہ سے سچے رہتے تو ان کا بھلا تھا۔

صدق: یہ حصولاً اور وجوداً کسی شی کی حقیقت کا نام ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: یہ صدقِ قصد ہے اور اسی قصد کی سچائی سے ہی اس معاملے میں داخلہ صحیح ہوتا ہے نیز ہر کوتاہی کی تلافی، ہر کھوئی گئی چیز کی بازیابی اور ہر تباہ حال کی آبادی ہوتی ہے۔ اور اس صادق کی علامت یہ ہے کہ کوئی سبب بھی کسی اور کو حقیر سمجھنے کا سبب نہ بنے اور انسان کسی بھی غلط سنگت پہ صبر نہ کرے اور کسی حال میں بھی کدوکاوش سے رکنے نہ پائے۔

دوسرا درجہ: تمنائے حیات صرف حق کی خاطر ہی رہے اور اپنی ذات میں صرف اثرِ نقصان کا ہی مشاہدہ کرے اور رخصتوں کی عیش کی طرف دھیان نہ کرے۔

تیسرا درجہ: معرفتِ صدق میں صدق کا پایا جانا ہے۔ اہل خصوص کے ہاں صدق یہی دو حرفی بات ہے کہ رضائے حق کا بندے کے عمل سے یوں تعلق ہو جائے کہ بندہ خود راضی بھی ہو اور رضا یافتہ بھی۔ پھر اس کے اعمال پسندیدہ، احوال سچے اور قصد کرنا درست ہوگا اور اگر کسی نے (سالکین کا) نقلی لبادہ اوڑھ لیا تو اس کا اچھا ترین کام گناہ، سچا ترین حال

جھوٹ اور صاف ترین قصد بھی بیٹھ جانے کے مترادف ہے۔

باب الإیثار

قال الله تعالیٰ (وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ) الایثار: تخصیصٌ واختیارٌ، والاِثرۃ تحسنُ طوعًا وتصح کرھا، وھو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ أن تؤثر الخلق علیٰ نفسك، فیما لا یحرم علیك دِینًا، ولا یقطع علیك طریقًا، ویستطاع ھٰذا بثلاثة أشیاء: بتعظیم الحقوق ومقت الشحّ، والرغبة فی مکارم الأخلاق۔ الدرجه الثانیة ایثار رضا الله تعالیٰ علیٰ غیرہٖ، وان عظمت فیه المحن، وثقلت بهِ المؤن، وضعفت عنه الطول و البدن، ویستطاع بثلاثة أشیاء: بطلب العود، وحسن الاسلام، وقوّة الصبر۔ الدرجة الثالثه ایثار الله تعالیٰ، فانّ الخوض فی الایثار دعویً فی الملك، ثمّ ترك شهود رؤیتك اِیثار الله تعالیٰ، ثمّ غیبتك عن الترك۔

باب ایثار

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۔ (حشر:9)
''وہ اپنی ذاتوں پہ ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں خود ضرورت ہو''۔

ایثار: اس سے مراد تخصیص واختیار ہے اور یہ اِثرت (دوسروں کو ترجیح دینا) خوشدلی سے ہو تو خوب ہے وگرنہ جبراً بھی صحیح ہے۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: ایثارِ خلق ہے وہ اس طرح کہ جو امور دینی طور پر حرام نہیں، کسی راہ کو بند کرنے کا سبب بھی نہیں اور نہ ہی وقت کو فاسد کرتے ہیں ان میں خَلقِ خدا کو اپنے سے ترجیح دی جائے اور اس کے حصول کے تین طریقے ہیں

ا۔ تعظیم حقوق ۲۔ بخل کا خاتمہ ۳۔ مکارمِ اخلاق میں رغبت

دوسرا درجہ: اللہ کی رضا کو دوسروں کی رضا پر ترجیح دینا ہے خواہ اس میں کتنی ہی محنت و مشقت اُٹھانی پڑے اور قوت و بدن کمزور ہی کیوں نہ پڑ جائیں۔ اس کی استطاعت تین

چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ ۱۔ بار بار کرنے کی خواہش ۲۔ حسنِ اسلام ۳۔ قوتِ صبر

تیسرا درجہ: ایثار اللہ ہے۔ تاہم ایثار میں غور و خوض رکھنا یہ بھی ایک قسم کی ملکیت کا دعویٰ ہے پھر اپنے آپ کو ترک کر دینا ایثارُ اللہ تعالیٰ کہلائے گا پھر اس ترک کرنے کی رؤیت سے بھی غائب ہو جانا چاہیے۔

باب الخلق

قال الله تعالیٰ (وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ) الخلق ما يرجع اليه المكلّف من نعته، واجتمعت كلمة الناطقين في هٰذا العلم: اِنّ التصوف هو الخلق، وجماع الكلام فيه يدور على قطبٍ واحد، وهو بذل المعروف وكفّ الأذىٰ، وانّما يدرك امكانُ ذٰلك في ثلاثة اشياء: في العلم والجود والصبر، وهو على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ أن يُعرفَ مكانُ الخلق، انّهم باقدارهم مربوطون، وفي طاعتهم محبوسون، وعلَى الحكم موقوفون، وتستفيد هٰذه المعرفة بثلاثة أشياءَ: أمنِ الخلق منك حتّى الكلب، ومحبّة الخلق ايّاك ونجاة الخلق بك۔ الدرجة الثانيه تحسينُ ظنّك مع الحق وتحسينهِ منك، أن تعلم أنّ كل ما يأتي من الحق يوجب شكرًا، وأن لا ترىٰ لهٗ من الوفاء بدّا۔ الدرجة الثالثة التخلّق بتصفيه الخُلق، ثمّ الصعود عن تفرقة التخلّق، ثمّ التخلّق بمجاوزة التخلّق۔

بابِ خلق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ ۔ (قلم:4)

''اور بے شک آپ عظیم اخلاق پہ ہیں''۔

خلق: مکلف جو کام اپنی طبیعت سے اپنائے۔ اور اس علم کے بارے گفتگو کرنے والے سبھی متفق ہیں کہ تصوف خلق کا نام ہے۔ تمام باتوں کا مرکزی نقطہ یہی ہے کہ یہ بھلائی کو پھیلانا اور اذیت کو روکنا ہے۔ اور اس کا ادراک تین چیزوں میں ممکن ہے۔

۱۔ علم ۲۔ سخاوت ۳۔ صبر

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: مخلوق کا مقام پہچاننا ہے کہ لوگ تقدیر کے بندھن سے وابستہ ہیں، اپنی طاقتوں میں محبوس ہیں اور حکم پر موقوف ہیں اور اس بات کا استفادہ تین چیزوں سے کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ساری مخلوق حتیٰ کہ کتا بھی بندے سے امن محسوس کرے۔ ۲۔خلقِ خدا تجھ سے محبت کرے۔ ۳۔خلقِ خدا تیرے ذریعہ سے نجات حاصل کرے۔

دوسرا درجہ: حق کے ساتھ اپنے گمان کو اچھا کرنا ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ اپنے گمان کو درست کرنا ہے۔ اور اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ جو بندے سے ہو رہا ہے وہ عذر کا باعث ہے اور جو کچھ حق کی جانب سے ہو رہا ہے موجبِ شکر ہے۔ اور اس کی وفا کے سوا بندے کے پاس کوئی چارہ نہیں۔

تیسرا درجہ: اخلاق کے تصفیہ (صاف بنانے) کو اپنانا ہے پھر تخلق (اخلاق اپنانا) کے تفرق سے بالا ہو جانا ہے اور پھر تخلق سے بھی گزر جانے کا راستہ اختیار کرنا ہے۔

باب التواضع

قال الله تعالیٰ (وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا) التواضع ان يتواضع العبد لصولة الحق، وهو على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ التواضع للدِّين، وهو أن لا يعارض بمعقولٍ منقولا، ولا يقيم على الدين دليلا، ولا يرىٰ الى الخلاف سبيلاً، ولا يصحّ لهٗ ذٰلك الّا بأن يعلم انّ النجاة فى النصرة، والاستقامة بعد الثقة، وأنّ البيّنة وراء الحجّة، الدرجة الثانية انْ يرضٰى بمن رضى الحق به لنفسه عبدا من المسلمين أخا، ولا ترد على عدوّك حقا وتقبل من المعتذر معاذيرهٗ۔ الدرجة الثالثة ان تتضع للحق فتنزل عن رأيك فى الخدمة، ورؤية حقّك فى الصحبة، وعن وسمك فى المشاهدة۔

تواضع

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا (فرقان:63)

''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پہ آرام سے چلتے ہیں''۔

تواضع: اس سے مراد ہے کہ بندہ شوکتِ حق کے سامنے سرنگوں رہے۔ اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: دین کے لیے تواضع کرنا ہے کہ بندہ منقول (قرآن وحدیث) کی علومِ عقلیہ سے مخالفت نہ کرے۔ اور دین کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ کرے۔ اور کسی راہِ اختلاف کو نہ دیکھے۔ اور یہ درجہ تبھی صحیح ہوگا کہ جان لیا جائے کہ نجات صرف نصرت میں ہے اور استقامت یقین کے بعد ہے اور وضاحت حجت کے بعد ہے۔

دوسرا درجہ: حق تعالیٰ نے مسلمانوں میں سے جس بندے کو اس کے لیے بھائی بنا دیا ہے اس سے راضی رہے، اپنے دشمن کے خلاف بھی کوئی دلیل قائم نہ کرے اور معذرت خواہ کے عذروں کو قبول کرے۔

تیسرا درجہ: بندہ حق کے سامنے عاجزی کرے اور خدمت گزاری میں اپنی رائے، صحبت میں اپنے حق اور مشاہدے میں اپنے نشان کو نہ دیکھ پائے۔

باب الفتوّة

قال اللہ تعالیٰ (اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى) الفتوّہ اَن تشھد لك فضلًا ولا ترىٰ لك حقًا، وھی علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولى ترك الخصومة، والتغافل عن الزلة، ونسيان الاذية۔ الدرجة الثانية ان تقرّب من يعصيك، وتكرم من يؤذيك، وتعتذر الى من يجنى اليك، سماحًا لا كظما و توادًا لا مصابرةً، الدرجة الثالثة ان لا تتعلّق فى المسير بدليلٍ، ولا تشوب اِجابتك بغرض، ولا تقف فی شھودك علیٰ رسم۔

اعلم؛ اَنّ من اَحْوَجَ عدوّہٗ الٰی شفاعۃ، ولم یخجل من المعْذرۃ الیہ، لم یشمّ رائحۃ الفتوّۃ، ثمّ فی علم الخصوص؛ مَنْ طلبَ نور الحقیقۃ علٰی قدم الاستدلال، لم یحلّ لہٗ دعْوی الفتوّۃ أبدًا۔

بابِ فتوت (جوانمردی)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّھُمْ فِتْیَۃٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ وَزِدْنٰھُمْ ھُدًی ﴿۱۳﴾ (کہف:13)

''بیشک یہ وہ جوان ہیں جو اپنے رب پہ ایمان لائے اور ہم نے انہیں ہدایت میں زیادہ کیا''۔

فتوت: بندہ اپنے لیے جو کچھ دیکھے اسے بوجہ فضل ہی سمجھے نہ کہ اس لیے کہ وہ اس کا حقدار تھا۔اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: بندہ جھگڑے کو ترک کر دے،لغزش سے چشم پوشی کرے اور اذیت کو بھلا دے۔

دوسرا درجہ: جو تیری نافرمانی کرے تو اسے اپنا قریبی بنا لے، جو اذیت دے تو اسے عزت دے اور جو زیادتی کرے تو اس کے لیے عذر تلاش کرے۔اور یہ سب کچھ فراخدلی سے ہو نہ کہ غصے کے گھونٹ بھرتے ہوئے نیز محبت سے ہو نہ کہ صبر سے۔

تیسرا درجہ: اپنی روش میں کسی دلیل کے ساتھ اُلجھ کے نہ رہ جائے ،فرمانبرداری غرض آمیز نہ ہو اور مشاہدے میں کسی نشان پہ رک کے نہ رہ جائے۔

جان لیں! جس نے دشمن کو سفارش کا محتاج بنایا اور اس کی معذرت سے خود شرمسار نہ ہوا اس نے جوانمردی کی بو تک نہیں سونگھی۔

پھر اہلِ خصوص کے ہاں بات یہ ہے: جس نے نورِ حقیقت کو استدلال کے قدموں پر طلب کیا اس کے لیے کبھی بھی جواں مردی کا دعویٰ جائز نہیں۔

باب الانبساط

قال الله تعالیٰ، حاکیًا عن کلیمہٖ (اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ۭ) الانبساط: اِرسال السجیة، والتحاشی عن وحشة الحشمة، وهو السیر مع الجبلّة، وهو علیٰ ثلاث درجات، الدرجة الاولیٰ الانبساط مع الخلق، وهو أن لا تعتزلهم ضنًا علیٰ نفسك، أو شحًا علیٰ حظك، وتسترسل لهم من فضلك، وتسعهم بخلقك، وتدعهم یطؤونك والعلم قائم وشهودك المعنی دائم، الدرجة الثانیة الانبساط مع الحق: هو أن لا یحبسك خوف ولا یُحجبك رجاء، ولا یحول بینك وبینهٗ آدم و حوا۔ الدرجة الثالثة الانبساط فی الانطواء عن الانبساط، وهو رحب الهمّة لانطواء انبساط العبد فی بسط الحق عزّوجلّ۔

بابِ انبساط (کیفیتِ کشادگی)

حل لغت: اعتزازا۔ بزرگی جتانا، ناز کرنا، غالب آنا، ضناً۔ بخل کرنا

باری تعالیٰ نے اپنے کلیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات کو یوں بیان فرمایا:

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ۭ (اعراف:155)

"کیا تو ہمیں اس وجہ سے ہلاک کرے گا جو ہم میں سے بیوقوفوں نے کیا۔ یہ تیرا امتحان ہی تو ہے جس کے ذریعے جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت سے نوازتا ہے"۔

انبساط: نیک خوئی کا فراواں کرنا اور جاہ و مرتبہ کی وحشت سے ترساں ہونا۔ اور یہ جبلت (فطری عادت) کے ساتھ چلنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: مخلوق کے ساتھ کشادگی سے پیش آنا ہے کہ بندہ اپنی ذات پہ بخل کرتے

(خدمت کے لیے پیش نہ کرتے ہوئے) دوسروں پہ ناز نہ کرے اور نہ ہی اپنے حصے میں بخل سے کام لے اور چاہیے کہ اپنی نوازش کو ان کے لیے عام کر دے، ان کے لیے اپنے اخلاق کو وسیع کر دے اور وہ جو چاہیں رویہ اپنا لیں انہیں کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو۔ تاہم علم قائم اور مشاہدۂ معنی دائم رہے۔

دوسرا درجہ: حق کے ساتھ انبساط ہے۔ اس سے مراد ہے کوئی خوف تجھے روک نہ سکے اور کوئی امید حجاب نہ بنے۔ نیز تیرے اور حق کے مابین آدم و حوا حائل نہ ہوں۔

تیسرا درجہ: انبساط سے دامن سمیٹنے میں انبساط کیا جائے۔ اس سے مراد پوری ہمت کا یوں صرف ہونا ہے کہ بندہ انبساط کو صرف بسطِ حق میں ہی لگا دے۔

وأمّا قسم الاصول

فهي عشرة ابواب؛ وهي القصد، والعزم، والارادة، والادب، واليقين، والأنس، والذكر، والفقر، والغنٰى، ومقام المراد۔

اقسامِ اصول

یہ دس ابواب ہیں: ۱۔قصد ۲۔عزم ۳۔ارادہ ۴۔ادب ۵۔یقین ۶۔انس ۷۔ذکر ۸۔فقر۔۹غنٰی ۱۰۔مقامِ مراد

باب القصد

قال الله تعالٰی (وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ) القصد؛ الازماع على التجرّد للطاعة، وهو على ثلاث درجات۔ الدرجة الاولٰى قصدٌ يبعث على الارتياض، ويخلص من التردّد، ويدعو الٰى مجانبة الاغراض۔ الدرجة الثانية قصدٌ لا يلتقى سببا الّا قطعه، ولا يدع حائلا الّا منعه، ولا تحامِلاً الّا سهّله۔ الدرجة الثالثة قصد الاستسلام لتهذيب العلم، وقصد إجابة دواعى الحكم، وقصد اقتحامٍ فى بحر الفناء۔

بابِ قصد

حل لغت: الارتیاض۔کسی کو خدمت یا صحبت کے لیے پسند کرنا

ارشادِ باری تعالٰی ہے:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ۔(النساء:100)

اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کرتا نکلے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم) پہ ہے۔

قصد: اس سے مراد خالص ہو کر طاعت کے لیے جمے رہنا یا پختہ ارادہ کرنا ہے۔اس

کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ایسا قصد جو راضی رہنے پر ابھارتا، تردد سے چھٹکارے اور اغراض سے کنارہ کشی کی ترغیب دلاتا ہے۔

دوسرا درجہ: ایسا قصد جس کے سامنے جو سبب بھی آئے کاٹ دے، جو روکاوٹ ہو اسے ختم کردے اور جیسا بارِ گراں بھی ہو اسے آسان کردے۔

تیسرا درجہ: تہذیبِ علم کے لیے سرِ تسلیم خم کرنے کا، اسبابِ حکم کو قبول کرنے کا اور پھر بحرِ فنا میں غوطہ زن ہونے کا قصد ہے۔

باب العزم

قال الله تعالیٰ (فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ) العزم الحقيقي: القصد طوعا أو كرها، وهو على ثلاث درجات۔ الدرجة الاولى إباء الحال على العلم، لشيم برق الكشف، واستدامة نور الانس، والاجابة لاماتة الهوىٰ۔ الدرجة الثانية الاستغراق في لوائح المشاهدة، واستنارة ضياء الطريق، واستجماع قوى الاستقامة، الدرجة الثالثة معرفة علة العزم، ثم العزم على التخلص من العزم، ثم الخلاص من تكاليف ترك العزم، فإن العزائم لم تورث أربابها ميراثًا أكرم من وقوفهم على علل العزائم۔

بابِ عزم (پختہ ارادہ کرنا)

حل لغت: اِباء۔ ناخوش ہونا، انکار کرنا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ ۔(آلِ عمران:159)

پس جب آپ عزم کرلیں تو اللہ پہ بھروسا کریں۔

عزمِ حقیقی: خوشی یا مجبوری سے قصد کرنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: کشف کی بجلیوں کی چمک پالینے کے لیے حال علم سے ناخوش ہوتا ہے، نورِ

اُنس کا دوام طلب کرنے اور مرگِ خواہشات کو منظور کر لینے کے لیے حال علم کا انکار کرتا ہے۔

دوسرا درجہ: بندہ مشاہدہ کی لوائح میں کھو جاتا ہے، راستے کی ضیا سے چمک حاصل کی جاتی ہے اور استقامت کی قوتوں کو یکجا کیا جاتا ہے۔

تیسرا درجہ: عزم کی علت کو پہچانا جاتا ہے پھر عزم سے نجات پانے پر عزم کیا جاتا ہے پھر ترکِ عزم کی تکالیف سے بھی نجات پائی جاتی ہے کیونکہ عزائم اہلِ عزائم کے لیے عزائم کی علتوں پر واقفیت سے زیادہ میراث نہیں چھوڑتے

باب الارادة

قال الله تعالیٰ (قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ) الارادة من قوانين هٰذا العلم وجوامع أبنيته، وهو الاجابة لدواعي الحقيقة طوعًا، وهو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ ذهاب عن العادات بصحبة العلم، والتعلّق بأنفاس السالكين مع صدق القصد، وقلعِ كلِّ شاغلٍ من الاِخوان ومشقّة من الأوطان۔ الدرجة الثانية تقطع بصحبة الحال، وترويح الأنس، والسيربين القبض والبسط۔ الدرجة الثالثة ذهولٌ مع صحة الاستقامة، وملازمة رعاية الأدب۔

بابِ ارادہ

حل لغت: ذھول۔(ف) بھول جانا، غافل ہونا (س) حیران ہونا، ہکا بکا ہونا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ ۔(بنی اسرائیل:85)

فرما دیجیے ہر کوئی اپنے انداز پہ کام کرتا ہے۔

ارادہ: اس علم کے قوانین اور اس کی بنیادوں کو جمع کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔

اور اس سے مراد اسبابِ حقیقت کو خوشی سے قبول کرنا ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: علم کی سنگت اپناتے ہوئے عادات سے چھٹکارا پانا، صدقِ قصد سے انفاسِ

سالکین سے تعلق جوڑنا اور بھائیوں میں سے جو بھی حق سے غافل کرنے کا باعث ہوں ان سے کنارہ کشی کرنا اور اوطان سے دور نکل جانا ہے۔

دوسرا درجہ: صحبت حال کی خاطر قطع تعلقی کرنا، انس کو بیدار کرنا اور قبض و بسط سے ملی جلی کیفیت میں چلنا ہے۔

تیسرا درجہ: صحت استقامت کے ساتھ ہر چیز سے غافل ہو جانا اور رعایتِ ادب پر ہیشگی کرنا ہے۔

باب الأدب

قال الله تعالیٰ (وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللهِ) الأدب؛ حفظ الحد بين الغلو والجفاء بمعرفة ضرر العدوان، وهو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ منع الخوف أنْ يتعدّیٰ اِلَی الایاس وحبس الرجاء أنْ يخرج اِلَی الأمن وضبط السرور أنْ يضاهي الجرأة۔ الدرجة الثانية الخروج من الخوف الیٰ ميدان القبض، والصعود عن الرجاء اِلیٰ ميدان البسط، ثمّ الترقي عن السرور اِلیٰ ميدان المشاهدة۔ الدرجة الثالثة معرفة الأدب؛ ثم الغنیٰ عن التأدّب بتادّب الحق، ثمّ الخلاص من شهود أعباءِ الأدب۔

بابِ ادب

حلِ لغت: یضاھی۔ وہ مشابہ ہوتا ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِاللهِ ۔ (توبہ:112)

اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے

ادب: حدود پامال کرنے کے ضرر کو پہچان کر حد سے بڑھ جانے اور جفا کے درمیان رہتے ہوئے حد کی حفاظت کرنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: خوف کو روکنا کہ مایوسی تک نہ پہنچنے پائے، امید کو روکنا کہ امن کی طرف نہ نکل جائے اور خوشی کو روکنا کہ جرأت کے مشابہ نہ ہو جائے۔

دوسرا درجہ: خوف سے نکل کر میدانِ قبض کی طرف جانا ہے، امید سے بڑھ کر میدانِ بسط کی طرف جانا ہے پھر سرور سے ترقی کرتے ہوئے میدانِ مشاہدہ میں جانا ہے۔

تیسرا درجہ: معرفتِ ادب ہے۔ پھر تادیبِ حق (حق کے آداب سکھانا) کے باعث تأدُّب (آداب بجالانا) سے غنی ہو جانا ہے پھر ادب کی عباؤں (چادروں) کو دیکھنے سے رہائی پانا ہے۔

باب الیقین

قال اللہ تعالیٰ (وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝) الیقین: مرکب الآخذ فی ھٰذا الطریق، وھو غایۃ درجات العامۃ؛ وقیل اوّل خطوۃ الخاصۃ، وھو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجۃ الاولیٰ علم الیقین، وھو قبول ما ظھر من الحق، وقبول ما غاب للحق، والوقوف ما قام بالحق۔ الدرجۃ الثانیۃ عین الیقین، وھو الغنٰی بالاستدراك عن الاستدلال، وعن الخبر بالعیان وخرقُ الشھودِ حِجابَ العلم۔ الدرجۃ الثالثۃ حق الیقین، وھو اِسفار کشفِ الصبح، ثمّ الخلاص من کلفۃ الیقین، ثمّ الفناء فی حق الیقین۔

بابِ یقین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ (ذریات:20)
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے۔

یقین: اس راہ پہ چلنے والوں کی سواری ہے اور عوام کے درجات کی انتہا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ خواص کا پہلا قدم ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: علمِ یقین ہے اس سے مراد حق سے جو ظاہر ہوا سے قبول کرنا، جو حق کے لیے غائب ہوا سے قبول کرنا اور جو حق کے ساتھ قائم ہو اس پہ ٹھہر جانا ہے۔

دوسرا درجہ: عینِ یقین ہے اس سے مراد مقصود کو پالینا ہے لہٰذا استدلال کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور دیکھ لینے کے باعث خبر کی ضرورت نہیں رہتی اور حجابِ علم کو شہود کے ذریعے

تار تار کر دینا ہے۔

تیسرا درجہ: حقِ یقین ہے اس سے مرادِ صبحِ کشف کو خوب روشن کرنا پھر کلفتِ یقین سے رہائی پانا پھر حق الیقین میں فنا ہونا ہے۔

باب الأنس

قال الله تعالىٰ (وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ) الأنس: اِشارة الى روح القرب، وهو علىٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ الأنس بالشواهد، وهو استحلاء للذكر، والتغذّى بالسماع والوقوف علىَ الاشارات۔ الدرجة الثانية الأنس بنور الكشف، وهو أُنس شاخِصٌ عن الأنس الاول يشوبهٔ صولةُ الهيمان، ويضربهٔ موج الفناء، وهو الّذى غلب قومًا علىٰ عقولهم، وصلب قومًا طاقةَ الاصطبار، وحلّ عنهم قيود العلم، وفى هٰذا ورد الخبر بهٰذا الدعاء (أسْألك شَوْقًا اِلىٰ لقائك)، من غير ضراء مضرة، ولا فتنة مضلّة، والدرجة الثالثة أنس اضمحلالٍ فى شهودِ الحضرة، لا يعبر عن عينهٖ۔

بابِ انس

حل لغت: شاخص۔ بلند، اضمحلال۔ گھٹنا، نیست ہونا، اڑنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ

(بقرہ:186)

اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے پوچھیں تو میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب وہ پکارے۔

یہ روحِ قرب کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: انس شواہد ہے یعنی ذکر کو میٹھا سمجھنا، سماع سے غذا حاصل کرنا اور اشارات پہ ٹھہر جانا۔

5/5

دوسرا درجہ: نورِ کشف سے انس ہے یہ پہلے درجہ سے بالا ہے اس میں سطوت محبت کی آمیزش ہوتی ہے اور موجِ فنا اس سے ٹکرا رہی ہوتی ہے۔ اس نے ایک گروہ کی عقول کو مغلوب کر دیا، ایک قوم کا جامِ صبر لبریز کر دیا اور ان لوگوں کے علم کے بندھن کھول دیے ہیں۔ اسی بات کے بارے میں خبر میں یہ دعا آئی ہے (أَسْأَلُكَ شوقًا الیٰ لقائِكَ من غیرِ ضرّاءِ مُضِرّةٍ ولا فتنة مضلةٍ)، (مسند احمد ونسائی)، الٰہی تجھ سے تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں جس میں نقصان دہ ضرر نہ ہو اور کوئی گمراہ کن فتنہ نہ۔

تیسرا درجہ: یہ شہودِ جناب میں انسِ اضمحلال (نیست ہونے سے پیار) ہے۔ اسکے عین کو کسی عبارت میں بیان نہیں کیا جا سکتا ہے، اس کی حد کی طرف اشارہ نہیں کیا جا سکتا ہے اور اس کی حقیقت سے واقفیت نہیں کی جا سکتی۔

باب الذکر

قال الله تعالیٰ (وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ) یعنی اذا نسیت غیرہٗ ونسیت نفسك فی ذکرك، ثمّ نسیت ذکرك فی ذکرہٖ، ثمّ نسیت فی ذکر الحق اِیّاك کلّ ذکر، والذکر: ھو التخلّص من الغفلة والنسیان، وھو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ الذکر الظاھر، من ثناء أوْ دُعاء أوْ رِعایة۔ الدرجه الثانیة الذکر الخفیّ، وھو الاِخلاص منَ القیود، والبقاء مع الشھود، ولزوم المسامرة۔ الدرجة الثالثه الذکر الحقیقی؛ وھو شھود ذکر الحق اِیّاك، والتخلّص من شھود ذکرك ومعرفة افتراء الذاکر فی بقائهٖ مع الذکر۔

بابِ ذکر

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ۔ (کہف:24)

اور اپنے رب کو یاد کیجیے جب بھول جاؤ۔ یعنی اس وقت یاد کرو جب غیر کو بھول جاؤ اور اپنے ذکر میں اپنی ذات کو بھی بھلا دو پھر اس کے ذکر میں اپنی یاد (ذکر کرنے کے عمل) کو بھول جاؤ پھر ذکرِ حق میں علاوہ ازیں ہر ذکر کو بُھلا دو۔

ذکر: یہ غفلت اور بھول جانے سے چھٹکارا پانا ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ذکرِ ظاہری ہے یہ ثنا، دعا یا رعایت سے ہوتا ہے۔

دوسرا درجہ: ذکرِ خفی ہے یہ قیود سے خلاصی پانے، شہود کے ساتھ باقی ہونے اور راتوں میں مصروفِ فغاں ہونے کا نام ہے۔

تیسرا درجہ: ذکرِ حقیقی ہے اس سے مراد اس بات کا مشاہدہ کرنا ہے کہ ذاتِ حق تیرا ذکر کرتی ہے اور تیرا اپنے ذکر کے مشاہدہ سے نجات پانا ہے اور حالتِ ذکر میں ذاکر کے اپنی بقا کے افترا (بہتان) سے نجات پانا ہے۔

باب الفقر

قال الله تعالیٰ (يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ) الفقر: اسم للبَرأ ۃ من رؤية الملكة وهو علی ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ فقر الزّهاد، وهو قبض اليد عن الدنيا ضبطًا أوْ طلبًا، واسكات اللسان عنه ذمًّا أوْ مدحًا والسلامة منها طلبًا أوْ تركًا، وهٰذا هو الفقر الّذى تكلّموا فى شرفه۔ الدرجة الثانيةالرجوع اِلَى السبق بمطالعة السبق، وهو يورث الاِ خلاص من رؤية الاعمال، ويقطع شهود الأحوال، ويمحص من أدناس مطالعة المقامات۔ الدرجة الثالثةصحة الاضطرار والوقوع فى يد المنقطع، الوحدانى فى بيداء التجريد، وهٰذا فقر الصوفية۔

بابِ فقر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ۔ (فاطر:15)

اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو۔

فقر: رویتِ ملکیت سے براءت کا نام ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: فقرِ زہاد ہے یہ دنیا سے کسی چیز کو پاس رکھنے یا طلب کرنے سے ہاتھ روک لینا، زبان کو اس کی مدح یا مذمت سے روک لینا اور اس سے کسی چیز کی طلب یا ترک سے

سلامتی پانا ہے۔یہی وہ فقر ہے جس کی مدح میں گفتگو ہوئی ہے۔

دوسرا درجہ: فضل وعنایت کے مطالعہ میں سبقت کی طرف رجوع کرنا ہے۔یہ بات اعمال کو دیکھنے سے نجات دلاتی ہے، شہودِ احوال کو قطع کر دیتی ہے اور مطالعہء مقامات سے پیدا شدہ ادناس (میل کچیل) سے پاکیزہ کرتی ہے۔

تیسرا درجہ: صحتِ اضطرار ہے اور یہ تجرید کے چٹیل میدان میں ہر چیز سے جدا کر دینے والے اور یکتا کر دینے والے کے ہاتھوں میں واقع ہونا ہے اور یہ صوفیا کا فقر ہے۔

باب الغنٰی

قال الله تعالیٰ (وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۞)؛ الغنیٰ اسم للمِلك التّام وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الأولیٰ غناء القلب وهو سلامتهٗ من السبب، ومسالمتهٗ للحكم وخلاصهٗ من الخصومة۔ الدرجة الثانيه غنى النفس، وهو استقامتها علَى المرغوب، وسلامتها من المسخوط، وبراءتها من المراٰة۔ الدرجة الثالثة الغنٰى بالحق، و هو علیٰ ثلاث مراتبَ، الاولیٰ: شهودك ذكرهٗ اياك، والثانية: دوام مطالعه أولويّتهٖ، والثالثة: الفوز بوجود شهودك ذكرهٗ اياك۔

بابِ غنٰی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۞ ۔ (الضحیٰ)

آپ کو ضرورت مند پایا تو غنی کر دیا۔

غنٰی: یہ ملکِ تام کا نام ہے۔اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: غنائے قلب ہے یہ سبب سے سلامت ہونے، حکم کو مان لینے اور خصومت سے چھٹکارا پانے کا نام ہے۔

دوسرا درجہ: غنائے نفس ہے یہ نفس کا پسندیدہ باتوں پر ثابت قدم رہنے، قابلِ ناراضگی سے محفوظ رہنے اور ریاکاری سے بچنا ہے۔

تیسرا درجہ: غنیٰ بالحق ہے۔اس کے تین مراتب ہیں۔

پہلا مرتبہ: تو اس بات کا مشاہدہ کرے کہ ذاتِ خدا تجھے یاد کر رہی ہے۔

دوسرا مرتبہ: اس کی شانِ اولویت (ہر ایک سے مقدم ہونے) کا تو ہمیشہ مطالعہ کرتا رہے۔

تیسرا مرتبہ: اس مقام کو پانے میں کامیاب ہو جائے کہ خود مشاہدہ کر سکے کہ ذاتِ خدا تیرا ذکر کر رہی ہے۔

باب مقام المراد

قال الله تعالىٰ (وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْا اَنْ يُّلْقٰى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ) اكثرُ المتكلّمين فى هٰذا العلم، جعلوا المراد والمريد اِثنين، وجعلوا مقام المراد فوق مقام المريد، واِنّما اَشاروا باسم المراد اِلَى الضنائن الّذين ورد فيهم الخبر، وللمراد ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولىٰ أنْ يعصم العبد وهو يشتشرف للجفاء اِضْطرارًا بتبغيض الشهوات، وتعويق الملاذ، وسدِّ مسالكِ المعاطب عليه اِكراهًا۔ الدرجة الثانية أنْ يضع عن العبد عوارض النقص، ويعافيه من سمة اللائمة، ويملكهٗ عواقب الهفوات، كما فعل بسليمان عليه الصلوٰة والسلام فى قتل الخيل، فحملهٗ علَى الريح الرخاء فأغناهٗ عن الخيل، وفعلَ بموسىٰ عليه الصلوٰة والسلام، حين ألقى الالواح وأخذ برأس اخيه، ولم يعتب عليه، كما عتب علىٰ آدم وداود ونوح ويونس عليهم الصلوات والسلام، الدرجة الثالثة اِجتباء الحق تعالىٰ عبدهٗ واستخلاصهٗ ايّاهٗ بخالصتهٖ، كما اِبتدأَ موسٰى عليه الصلوات والسلام، وقد خرج يقتبس نارًا، فاصطنعهٗ لنفسهٖ، وابْقٰى منه رسمًا معارا۔

مقامِ مراد

حلِ لغت: ضنائن: خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے خاص لوگ۔تعویق: روکنا، باز رکھنا، ہٹا دینا۔ھفوات: لغزشیں۔معطب (ج) معاطب جائے ہلاکت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ (قصص:86)

اور تم (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے امت محمدی کو خطاب ہے) اس بات کی امید نہ رکھتے تھے کہ تم پر (یہ) کتاب اتاری جائے گی مگر یہ تمہارے رب کی رحمت سے اتری ہے۔ (عرفان القران)۔

اس علم میں زیادہ تر گفتگو کرنے والوں نے مراد اور مرید کو الگ الگ بنایا ہے اور انہوں نے مراد کے مقام کو مرید کے مقام سے فوقیت دی ہے۔ اور اسمِ مراد کے ذریعے خدا تعالیٰ کے ان خواص کی طرف اشارہ کیا ہے جن کے بارے میں خبر وارد ہوئی ہے۔

مراد کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: بندہ گناہوں سے بچتا رہتا ہے اور جفا کی طرف مجبوراً جھانک کے دیکھتا ہے کیونکہ وہ شہوات سے بغض رکھتا ہے، لذتوں سے خود کو محفوظ رکھتا ہے اور ہلاکت کی جگہوں کے راستے زبردستی بند کر دیتا ہے۔

دوسرا درجہ: اللہ تعالیٰ بندے سے عوارضِ نقص کو مٹا دیتا ہے، ملامت کے اثر سے عافیت بخشتا ہے اور لغزشوں کے انجام اس کی ملکیت میں کر دیتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا سلیمان علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوات والسلام کے ساتھ گھوڑوں کے قتل میں کیا گیا کہ باری تعالیٰ نے آپ کو ہوا پہ سوار کیا اور ان سے بے نیاز کر دیا اور سیدنا موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوات والسلام کے ساتھ کیا کہ آپ نے الواح کو پھینک دیا اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ لیا لیکن ان پہ عقاب نہ فرمایا جس طرح کہ ساداتنا آدم، نوح، یونس علیٰ نبیّنا وعلیہم الصلوات والسلام کے ساتھ فرمایا گیا۔

تیسرا درجہ: اللہ تعالیٰ کا بندے کو چن لینا اور محض اپنے لیے خالص بنا لینا ہے۔ جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوات والسلام ابتداءً آپ آگ کی تلاش میں نکلے تو خدا تعالیٰ نے انہیں اپنا بنا لیا اور ان کے لیے صرف ایک عارضی نشان باقی رکھا۔

واما قسم الادوية

فهي عشرة أبواب وهي الاحسان، والعلم، والحكمة، والبصيرة، والفراسة، والتعظيم، والالهام، والسكينة، والطمانينة، والهمّة

اقسامِ ادویہ

یہ دس ابواب ہیں : احسان ،علم ،حکمت ، بصیرت ،فراست ،تعظیم ،الہام ،سکینت ، طمانینت ، ہمت

باب الاحسان

قال الله تعالیٰ (هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ) ذكرنا في صدر هٰذا الكتاب انّ الاحسان اسم جامع لجميع أبواب الحقائق، وهو أنْ تعبد الله كأنّك تراه، وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ الاحسان في القصد، بتهذيبه علمًا، وابرامه عزمًا، وتصفيته حالاً، الدرجة الثانية الاحسان في الأحوال، وهو أنْ يراعيها غيرةً، ويسترها تطرّفًا ويُصحِّحُها تحقيقًا۔ الدرجة الثالثة الاحسان في الوقت، وهو أنْ لا تزايل المشاهدة أبدا، ولا تخلط بهمّتك أمدًا، وأنْ تجعلَ هجرتك الیٰ الحق سرمدًا۔

بابِ احسان

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (رحمٰن:60)

احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔

کتاب کے شروع میں ہم نے ذکر کیا کہ احسان ان تمام ابوابِ حقائق کا جامع ہے اور اس سے مراد ہے کہ بندہ اللہ کی یوں عبادت کرے گویا کہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: قصد میں احسان ہے وہ اس طرح کہ اسے علم کے ذریعے مہذب، عزم کے

لحاظ سے پختہ اور حال کے لحاظ سے پاکیزہ بنایا جائے۔

دوسرا درجہ: احوال میں احسان ہے وہ اس طرح کہ بندہ غیرت کے لحاظ سے ان کی رعایت کرے، انہیں کناروں پہ رکھتے ہوئے پوشیدہ رکھا جائے اور تحقیقاً (حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے) ان کی تصحیح کی جائے۔

تیسرا درجہ: وقت میں احسان ہے اس سے مراد ہے کہ تو مشاہدہ سے کبھی بھی زائل نہ ہونے پائے، ہمت کو کسی مدت سے نہ ملائے اور سوئے حق اپنی ہجرت کو دائمی بنالے۔

باب العلم

قال الله تعالیٰ (وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴿۶۵﴾) العلم ما قام بدليلٍ، ورفع الجهل، وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ علمٌ جلی، به يقع العيان، أوْ استفاضةٌ صحيحة، أوْ صحة تجربةٍ قديمة الدرجة الثانية علمٌ خفیٌ، ينبت فی الاسرار الطاهرة من الأبدان الزّكية بماء الرياضة الخالصة، ويظهر فی الأنفاس الصادقة لأهل الهمّة العالية، وفی الأحايين الخالية فی الأسماع الصاخية، وهوعلمٌ يظهر الغائبَ ويغيب الشاهدَ، ويشير الیٰ الجمع۔ الدرجة الثالثة علمٌ لدنی، اِسنادهٗ؛ وجودهٗ وإدراكهٗ: عيانُهٗ ونعْتهٗ؛ حكمه، ليس بينهٗ وبين الغيب حجابٌ۔

بابِ علم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴿۶۵﴾۔ (کہف:65)

اور ہم نے انہیں اپنی جناب سے علم عطا کیا۔

علم سے مراد وہ چیز ہے جو دلیل سے قائم ہو اور جہالت کا دور ہو جانا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: علم جلی ہے۔ اسی کے ذریعے معائنہ یا صحیح استفاضہ (فیض حاصل کرنا) کا حصول یا قدیم تجربہ صحیح ہو پاتا ہے۔

دوسرا درجہ: علم خفی ہے یہ پاک بدنوں کے پاک سینوں میں خالص ریاضت کے پانی

سے پیدا ہوتا ہے اور شورش زدہ گھڑیوں میں سے جب خالی لمحات آتے ہیں تو عالی ہمت لوگوں کے لیے انفاسِ صادقہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ایسا علم ہے جو غائب کو ظاہر اور شاہد کو غائب کر دیتا ہے۔

تیسرا درجہ: علمِ لدنی ہے۔ اس کی سند اس کا اپنا وجود ہے، اس کا ادراک اس کا معائنہ ہے، اس کی صفت ہی اس کا حکم ہے اور اس کے اور غائب کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

باب الحکمة

قال الله تعالیٰ (يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ) الحکمة: اسمٌ لِاحکام وضع الشی فی موضعہ، وھی علیٰ ثلاثِ درجاتٍ۔

الدرجه الاولیٰ أنْ تعْطیَ کلَّ شيئٍ حقّهٗ، ولا تعدیه حدهٗ، ولا تعجلهٗ قبلَ وقتِہٖ۔

الدرجة الثانیة أنْ تشهد نظرالله فی وعیدہٖ، وتعرف عدْلهٗ فی حکمہٖ، وتلْحظ بِرّہٗ فی منْعہٖ۔ الدرجة الثالثةأنْ تبلغ فی اسْتدراکک البصیرة، وإرْشادک الحقیقة، واشارتك الغایة۔

بابِ حکمت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ

دانائی عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے دانائی عطا کی گئی بلاشبہ اسے خیر کثیر عطا کی گئی۔

حکمت: کسی چیز کو اسی کے مقام میں پختہ کرنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ہر چیز کو اس کا حق ادا کرنا، اس کی حد سے آگے نہ بڑھنا اور اسے قبل از وقت نہ کرنا۔

دوسرا درجہ: اللہ کی وعید میں اس کے حکم کو پہچاننا، اس کے حکم میں اس کے عدل کو پہچاننا اور کسی چیز کے روکنے میں اس کی بھلائی کا ملاحظہ کرنا۔

تیسرا درجہ: بندہ اپنے استدراک (کسی چیز کو پا لینے) میں بصیرت کو پہنچ جائے، اپنی

راہنمائی میں حقیقت کو پہنچ جائے اور اپنی اشارت میں انتہا کو پہنچ جائے۔

باب البصيرة

قال الله تعالیٰ (قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ)

البصيرة: مايخلصك من الحيرة، وهي علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ أن تعلم انّ العلم القائم بتمهيد الشريعة، يصدر عن عين لايخاف عواقبها، فتریٰ مِن حقّهٖ، أنْ يؤدّيهٔ يقينًا، ويغضب لهٗ غيرة۔ الدرجة الثانية انْ تشهد في هداية الحق واضلالهٖ اصابة الحق، وفي تقسيم اقسامهٖ رعاية البرّ، وتُعاين في جذبهٖ حبل الوصال، الدرجة الثالثة بصيرة تفجر المعرفة، تثبت الاشارة، وتنبت الفراسة،

بابِ بصیرت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ

(یوسف:108)

فرمادیجیے یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پہ چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں۔

بصیرت: ایسی چیز جو حیرت سے نکال دے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: یہ بات جان لینا ہے کہ جو علم تمہیدِ شریعت سے قائم ہے اس چشمے سے نکل رہا ہے جس کے انجام کا خوف نہیں کیا جاتا

دوسرا درجہ: بندہ حق کی ہدایت نوازی اور اس کے گمراہ کرنے میں اصابت عدل (عدل کی درستگی) کا مشاہدہ کرے، اقسام کے بنانے میں بھلائی کی نگہبانی کا مشاہدہ کرے اور اس کا اپنی ہی جناب کی طرف جذب (کھینچنے) کی توفیق ارزانی میں وصال کی ڈوری کا معائنہ کرے۔

تیسرا درجہ: ایسی بصیرت ہے جو معرفت کو اجاگر کرے، اشارت (راہنمائی) کو ثابت

کرے اور فراست کو پیدا کرے۔

باب الفراسة

قال الله تعالیٰ (اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ) التوسّم: التفرّس، وھو استئناس حکمٍ غیبٍ، یعنی بلا استدلالٍ بشاھدٍ، ولا اعتبار بتجربةٍ، وھی علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ فراسةٌ طارئةٌ نادرةٌ تسقط علیٰ لسانٍ وَحْشِی فی العمر مرّةً، لحاجةِ سَمِعَ مریدٌ صادقٌ اِلیھا، ولا یتوقّف علیٰ مخرجھا ، ولا یؤبه لصاحبھا، وھٰذا شیئٌ لا یتخلّص من الکھانة وما ضاھاھا، لِانّھا لم تشر عن عینٍ، ولم تصدر عن علمٍ، ولم تسبق بوجود، الدرجة الثانیة فراسة تجنٰی من غرس الایمان، وتطلُع من صحة الحال، وتلمع من نور الکشفِ۔ الدرجة الثالثة فراسة سریةٌ، لم تجتلبھا رؤیة علیٰ لسان مصطنعٍ، تصریحًا أوْ رمزًا۔

بابِ فراست (سمجھ بوجھ)

حلِ لغت: طراء۔ (ف) دور سے اچانک آ جانا طارئٌ ابه۔ (ف) اَبَھَا سمجھا جانا، تاڑ لگانا لا یو به لۂ۔ اس کی طرف توجہ والتفات نہیں کی جاتی رَدِیَّةٌ۔ امور میں غور وفکر سرا۔ (ن) سروأمروت وسخاوت والا ہونا (مص) سریّة

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ۔ (حجر:75)

بیشک اس میں فراست والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

توسم سے مراد تفرس (سمجھ جانا) ہے اور کسی دلیل سے استدلال کیے بغیر اور کسی تجربہ سے نتیجہ لیے بغیر حکمِ غیبی سے انس کرنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: ایسی فراست جو اچانک نمودار ہوتی ہے اور زندگی میں ایک بار کسی وحشی انسان کی زبان پر جاری ہو جاتی ہے۔ یہ ایسی حاجت کے لیے آ جاتی ہے جس کے لیے مریدِ صادق نے کان لگائے ہوں۔ اس کے مخرج (نکلنے کی جگہ) کا پتا نہیں لگ سکتا اور اس کے صاحب کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اور یہ چیز کہانت اور اس کے مشابہ چیزوں سے جدا نہیں

کیونکہ یہ (اپنے) سرچشمے کے بارے اشارہ نہیں کرتی اور نہ کسی علم سے صادر ہوئی ہے اور نہ ہی اس سے پہلے کسی وجود نے سبقت کی ہے۔

دوسرا درجہ: ایسی فراست جو ایمان کے درخت سے لی جاتی ہے اور صحتِ حال سے طلوع ہوتی ہے اور نورِ کشف سے جلا پاتی ہے۔

تیسرا درجہ: مروت وسخاوت والی فراست ہے خواہ تصریحاً ہو یا رمزاً ہو اور کسی ملمع ساز کی زبان پر غور وفکر کا نتیجہ نہیں ہوتی۔

باب التعظيم

قال الله تعالىٰ (مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا) التعظيم: معرفة العظمة مع التذلّلِ لها، وهي على ثلاث درجاتٍ، الدرجة الأولىٰ تعظيمٌ للامر والنهي، وهو أنْ لا يعارضهما بترخّص جافٍ، ولا يُعترضا بتشديد غالٍ، ولا يُحملا على علّة توهن الانقياد۔ الدرجة الثانية تعظيم الحق: أنْ لا يبغى لهٗ عوجٌ ،اوْ يدافع بعلمٍ، أوْ يرضٰى بعوضٍ، الدرجة الثالثة تعظيم الحق، وهو أنْ تجعلَ دونهٗ سببًا، ولا ترىٰ عليه حقًا، ولا تنازعَ لهٗ احتيالاً۔

بابِ تعظیم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا۔ (نوح:13)

تمہیں کیا ہے کہ تم خدا کے لیے وقار کی امید نہیں رکھتے۔

اس سے مراد عظمت کے سامنے سرنگوں ہوتے ہوئے اس کی پہچان حاصل کرنا ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: امر ونہی کی تعظیم کرنا ہے وہ اس طرح کہ کسی خشک رخصت کے ساتھ ان کا مقابلہ نہ کرے، نہ ہی انہیں غالی شدت پہ پیش کرے اور نہ ہی انہیں کسی ایسی علت پہ پیش کرے جو جذبۂ تابعداری کو کمزور کر دے۔

دوسرا درجہ: تعظیم حکم ہے کہ اس کے لیے کسی ٹیڑھے پن کو تلاش نہ کیا جائے، نہ ہی علم

کے ذریعے اس کا دفاع کیا جائے اور نہ ہی اس کے کسی عوض پہ راضی ہوا جائے۔

تیسرا درجہ: تعظیم حق ہے کہ اس کے سامنے کوئی روکاوٹ نہ قائم کی جائے، اس پر اپنا کوئی حق نہ سمجھا جائے اور حیلہ بازی کے ذریعے اس پہ جھگڑا نہ کیا جائے۔

باب الالہام

قال اللہ تعالیٰ (قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ) الالهام مقام المحدَّثين، وهو فوق الفراسة، لانّ الفراسة ربّما وقعت نادرةً او استصعبت على صاحبها وقتا، والالهام لا يكون الّا فى مقامٍ عتيدٍ، وهو على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ اِلهام نبى، يقع وحيًا قاطعا مقرونًا بالسماع او مطلقا۔ الدرجة الثانية الهامٌ يقع عيانًا وعلامة صحّته انّه لا يخرق سترًا، ولا يجاوزُ حدًا ولا يخطىء ابدًا۔ الدرجة الثالثة اِلهامٌ يجلو ليقينِ التحقيق صرفًا، وينطق عن عين الازل محضًا، وللالهامِ غايةٌ، تمتنعُ عن الاشارة اليها۔

بابِ الہام

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ

(نمل:40)

جس کے پاس کتاب سے کچھ علم تھا عرض کرنے لگا کہ آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے میں اسے (تختِ بلقیس) کو آپ کے ہاں لے آتا ہوں۔

الہام: محدَّثین (وہ لوگ جن کی حق تعالیٰ کی طرف سے راہنمائی کی جاتی ہے) کا مقام ہے۔ یہ مقامِ فراست سے بالا ہے کیونکہ فراست بعض دفعہ نادر ہوتی ہے اور بسا اوقات صاحبِ فراست کو مشکل پیش آ رہی ہوتی ہے اور فراست اس کا ساتھ نہیں دے رہی ہوتی جب کہ الہام صرف بھاری مقام میں ہی ہوا کرتا ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: نبی (علیٰ کل منہم وعلیٰ نبیّنا الصلوات والسلام) کے الہام کا ہے جو کہ وحی ہے، قطعی ہے اور بذریعہ سماع یا مطلقاً ہوتا ہے۔

دوسرا درجہ: آنکھوں سے دیکھتے ہوئے الہام کا ہے اس کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ یہ پردہ دری نہیں کرتا اور نہ ہی حد سے متجاوز ہوتا ہے اور نہ ہی کبھی خطا کرتا ہے۔

تیسرا درجہ: اس الہام کا ہے جو صرف یقینِ تحقیق کے لیے واضح ہوتا ہے اور محض عینِ ازل کے بارے بات کرتا ہے

الہام کی غایت کی طرف اشارہ ممتنع ہے۔

باب السكينة

قال الله تعالىٰ (هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ) السكينة: اسم لثلاثة اشياء، اوّلها سكينة بنى اسرائيل الّتى أُعطوها فى التابوت، قال اَهل التفسير: هى ريحٌ هفافة وذكروا صفتها، وفيها ثلاثة اشياء، هى لانبيائهم معجزةٌ، ولملوكهم كرامةٌ وهى اٰية النصرة، تخلع قلوب العدوّ بصوتها رعبًا اذا التقى الصفان للقتال۔ والسكينة الثانية هى الّتى تنطق علَى السن المحدّثين، ليست هى شيئًا يملك انّما هى شىءٌ من لطائف صنع الحق، يلقى علىٰ لسان المحدَّث الحكمة كما يلقى الملك الوحى علىٰ قلوب الانبياء، وتنطق المحدّثين بنكت الحقائق، مع ترويح الأسرار وكشف الشبه۔ والسكينة الثالثة هى الّتى انزلت فى قلب النبى وقلوب المؤمنين، وهى شىءٌ يجمع نورًا وّقوّة وروحًا، يسكن اليه الخائف ويتسلى به الحزين، ويسكن لهٗ العصى والجرىء والآبى۔ وامّا سكينة الوقار الّتى تراها نعتًا لِأربابها فانّها ضياء تلك السكينة الثالثة الّتى ذكرناها، وهى علىٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ: سكينة الخشوع عند القيام بالخدمة، رعايةً، وتعظيمًا، وحضورًا۔ الدرجة الثانية: السكينة عند المعاملة، بمحاسبة النفس، وملاطفة الخلق، ومراقبة الحق۔ الدرجة الثالثة: السكينة الّتى تنبت

الرضا بالقسم، وتمنع من الشطحِ الفاحش، وتقف بصاحبها علیٰ حدّ الرتبة، والسکینة لا تنزل قط الّا فی قلب نبی أو ولیٍ۔

بابِ سکینت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هُوَالَّذِیٓ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَةَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ (فتح:4)
وہ ذات ہے جس نے مؤمنین کے دلوں میں سکون کو نازل کیا۔

سکینہ: یہ تین چیزوں کا نام ہے۔

سکینت اوّل: بنی اسرائیل کی سکینت ہے جو انہیں تابوت میں عطا کی گئی۔ اہلِ تفسیر کا کہنا ہے کہ یہ خوشگوار نفع ہے اور انہوں نے اس کی خوبی کو بیان کیا ہے اور اس میں تین چیزیں ہیں۔ ۱۔ یہ ان کے انبیا (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والسلام) کے لیے معجزہ ہے ۲۔ ان کے بادشاہوں کے لیے کرامت ہے۔ ۳۔ یہ فتح مندی کی علامت ہے جب دونوں صفیں جنگ آزما ہوں تو اس کی آواز کے رعب سے دشمن کے دل دہل جاتے ہیں۔

دوسری سکینت: یہ محدّثین کی زبانوں پر بولا کرتی ہے یہ ملکیت میں آ جانے والی کوئی چیز نہیں بلکہ حق کی کاریگری کے لطائف میں سے ہے جو محدّث کی زبان پر حکمت کا القا کرتی ہے جیسا کہ فرشتہ قلوبِ انبیا (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والسلام) پر وحی القا کرتا ہے اور محدثین سے حقائق کی ایسی دلچسپ باتیں بیان کرواتی ہے جن سے سینوں کو ٹھنڈک ملتی ہے اور شبہات دور ہوتے ہیں۔

تیسری سکینت: یہ قلبِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے دلوں پہ نازل ہوتی ہے یہ نور، قوّت اور راحت کو جمع کرتی ہے۔ خوفزدہ اس سے سکون پاتا ہے اور غم زدہ کو تسلی ملتی ہے۔ نافرمان، جرأت منداور سرکش اس کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور سکینتِ وقار جو اپنے اہل کے لیے ایک خوبی شمار ہوتی ہے اسی تیسری سکینت کی ضیا ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: سکینتِ خشوع (عاجزی کی سکینت) کا ہے جو کہ خدمت گزاری کے وقت

رعایت، تعظیم اور حاضر ہونے کی خوبیوں سے متصف ہوتی ہے۔

دوسرا درجہ: معاملہ کے وقت کی سکینت کا ہے جو کہ نفس کے محاسبے، خلقِ خدا سے مہربانی اور مراقبہ حق کی خوبیوں سے متصف ہوتی ہے۔

تیسرا درجہ: ایسی سکینت جو تقسیم پر رضا کو پیدا کرتی ہے اور شطحِ فاحش (بے ادب گفتگو) سے روکے رکھتی ہے، اپنے صاحب کو اس کے مرتبے پہ روکے رکھتی ہے اور یہ سکینت صرف قلبِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا قلبِ ولی میں ہی نازل ہوتی ہے۔

باب الطمانينَة

قال الله تعالىٰ (يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ) الطمانينة: يقوّيه امنٌ صحيح شبيهٌ بالعيان، وبينهٗ وبين السكينة فرقان، احدهما؛ انّ السكينة صولةٌ تورث جمود الهيبة أحيانًا، والطمانينة؛ سكونُ امنٍ فيه استراحةُ أنسٍ، والثانى انّ السكينة تكون نعتًا وتكونُ حينًا بعد حينٍ، والطمانينة نعتٌ لا تزايل صاحبها وهى علىٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ طمانينة القلب بذكر الله، وهى طمانينة الخائف الَى الرجاء، والضجرِ الَى الحلم، والمبتلى الَى المثوبة۔ الدرجة الثانية طمانينة الروح فى القصد الَى الكشف، وفى الشوق الَى العدّة، وفى التفرقة الَى الجمع۔ الدرجة الثالثة طمانينة شهود الحضرة الَى اللطف وطمانينة الجمع الىٰ البقاء، وطمانينة المقام الىٰ نور الأزل۔

بابِ طمانینت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ (فجر)

اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ آیوں کہ خود بھی راضی ہو اور تیرا رب تجھ سے راضی ہو۔

طمانینت: ایسا سکون جسے امنِ صحیح تقویت دے رہا ہو اور یہ عیان (آنکھوں سے

دیکھنا) کے مشابہ ہے اس کے اور سکینت کے درمیان دو فرق ہیں۔

پہلا فرق: سکینت ایسا غلبہ ہے جو کبھی کبھی ہیبت کا جمود (ٹھہراؤ) پیدا کر دیتا ہے جبکہ طمانینت ایسا سکونِ امن ہے جس میں انس کی راحت پائی جاتی ہے۔

دوسرا فرق: سکینت ایک خوبی ہے جو کہ وقتاً فوقتاً ہوتی ہے جبکہ طمانینت ایسی خوبی ہے جو اپنے صاحب سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: دل کا ذکرِ خدا سے مطمئن ہونا ہے۔ اس میں خائف کو امید، پریشان حال کو حلم اور آزمائش والے کو ثواب کی طمانینت ملتی ہے۔

دوسرا درجہ: روح کی طمانینت کا ہے جو کہ قصد میں کشف کی طرف، شوق میں تیاری کی طرف اور تفرقہ میں جمع کی طرف ہوتی ہے۔

تیسرا درجہ: مہربانی کی بارگاہ کو دیکھنے کی طمانینت، جمع اِلی البقاء (بقا میں جمع ہو جانے) کی طمانینت اور نورِ ازل کی طرف ٹھہرنے کی طمانینت ہے۔

باب الهمّة

قال الله تعالیٰ (مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی) الهمّة: ما يملك الانبعاث الی المقصود صرفًا لا يتمالكهٗ صاحبها ولا يلتفت عنها، وهی علی ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ همّةٌ تصونُ القلب من خِسة الرغبة فی الفانی، وتحملهٗ علی الرغبة فی الباقی وتصفيه من كدر التوانی۔ الدرجة الثانية همّة تورث ثقةً من المبالاةِ بالعلل، والنزول علی العمل، والثقة بالأمل۔ الدرجة الثالثة همّةٌ تصاعد عن الأحوال والمقامات، وتزری بالأعواض والدرجات، وتنحو من النعوت نحو الذات۔

بابِ ہمت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ (النجم) نہ ہی آنکھ پھسلی اور نہ ہی حد ادب سے آگے بڑھی۔

ہمت: جو ہمہ تن گوش بنا کر مقصود تک جانے کا ایسا جذبہ عطا کرتی ہے جو ویسے اس کے بس کا روگ نہیں ہے اور بندہ اس سے روگردانی نہیں کرتا۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ایسی ہمت جو دل کو فانی میں رغبت کی گھٹیا حرکت سے محفوظ رکھتی ہے، اسے باقی میں رغبت کا شوق دلاتی ہے اور سستی کی کدورت سے پاک کرتی ہے۔

دوسرا درجہ: ایسی ہمت جو علل میں غور وفکر کرنے سے ایک قسم کا اعتماد پیدا کرتی ہے، عمل پر برانگیختہ کرتی ہے اور امید پر بھروسا پیدا کرتی ہے۔

تیسرا درجہ: ایسی ہمت جو احوال و مقامات سے بے نیاز کردے، اعواض (بدلے) اور درجات کو پسند نہیں کرتی اور صفات سے ذات کی طرف محوِ سفر ہوتی ہے۔

واما اقسام الأحوال

فهو عشرة أبواب وهى: المحبّة، والغيرة، والشوق، والقلق، والعطش، والوجد، والدهش، والهيمان، والبرق، والذوق۔

احوال کی اقسام

یہ دس ابواب ہیں۔ محبت، غیرت، شوق، قلق، عطش، وجد، دہشت، ہیمان، برق، ذوق

باب المحبّة

قال الله تعالىٰ (فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ) المحبّة: تعلّق القلب بين الهمّة والأنس فى البذل، والمنع علَى الافراد، والمحبّة اوّل اودية الفناء، والعقبة الّتى يتحدّر منها علىٰ منازل المحو وهى آخر منزلٍ تلتقى فيه مقدّمة العامة، وساقة الخاصة، وما دونها اعواض لِاَعواض، والمحبّة هى سمة الطائفه وعنوان الطريقة ومعقد النسبة، وهى علىٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ محبة تقطع الوسواس وتلذّ الخدمة، وتسلىٰ عن المصائب، وهى محبةٌ تنبث من مطالعة المنّة۔ وتثبت باتّباع السنّة، وتنمو علَى الاجابة بالفاقة۔ والدرجة الثانية محبَةٌ تبعث علىٰ اِيثار الحق علىٰ غيرہٖ، وتلهج اللسان بذكرہٖ، وتقلق القلب بشهودہٖ، وهى محبّة تظهر من مطالعة الصفات، والنظر فى الآيات، والارتياض بالمقامات، والدرجة الثالثة محبّة خالصة تقطع العبارة، وتدفع الاشارہ ولا تنتهى بالنعوت، وهٰذہ المحبّة هى قطب هٰذا اللسان، وما دونها محاب تنادى عليها الألسن، واودعتها الخليقة وأوجبتها العقول۔

بابِ محبت

حلِ لغت: حوبا (ن) گنہ گار ہونا خلیقۃً۔ طبیعت قطب۔ مدار

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ۔ (مائدہ:54)

تو پھر (اللہ) ایسی قوم لے آئے گا جن سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

محبت: افراد پر بخشش کرنے اور اس کے روکنے میں ہمت و انس کے درمیان دل کا معلق ہونا ہے اور محبت فناء کی وادیوں میں پہلی منزل ہے، وہ گھاٹی ہے جس کے ذریعے محو (مٹ جانا) کی منازل پر اترا جاتا ہے اور یہ اس منزل کا آخری کنارہ ہے جہاں عوام کا مقدم دستہ اور خواص کا پچھلا کاروان ملاقات کرتے ہیں اور اس کے علاوہ تو ادلے بدلے کا لین دین ہے۔

اور محبت یہ (راہِ خدا پہ چلنے والے) طائفہ کی علامت ہے، طریقت کا عنوان ہے۔ اور نسبت کو مضبوط کرنے کا مقام ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ایسی محبت جس سے وسواس ختم ہوتا ہے، خدمت میں لذت محسوس ہوتی ہے اور مصائب سے تسلی ملتی ہے۔ یہ محبت مطالعۂ احسان سے پیدا ہوتی ہے۔ اتباعِ سنت سے ثابت ہوتی ہے اور فاقہ کشی قبول کرنے سے پروان چڑھتی ہے۔

دوسرا درجہ: ایسی محبت جو حق کو ہر غیر پر ترجیح دینے سے حاصل ہوتی ہے، زبان کو اس کا شیفتۂ ذکر بنا دیتی ہے اور دل کو اس کے مشاہدہ سے بے چین بنا دیتی ہے۔ یہ محبت مطالعۂ صفات، آیات میں غور و فکر اور مقامات سے راضی ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔

تیسرا درجہ: ایسی محبتِ خاطفہ (اچک لینے والی) جو عبارت کو قطع کر دیتی ہے، اشارت کو دور کر دیتی ہے اور صفات پہ ختم نہیں ہو جاتی۔ یہی محبت اس زبان (سے نکلنے والی ہر بات) کا مدار ہے۔ اور ان تین درجات کے علاوہ وہ سب جھوٹ ہے جس پہ زبانیں ندا لگاتی

ہیں اور مخلوق دعویٰ کرتی پھرتی ہے اور عقول نے اسے جنم دیا ہے۔

باب الغیرۃ

قال اللہ تعالیٰ، حاکیًا عن سلیمان علیہ الصلوات والسلام (رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ) الغیرۃ: سقوط الاحتمال ضنًا، والضیق عن الصبر نفاسۃً، وھی علی ثلاث درجاتٍ۔ الدرجۃ الاولیٰ غیرۃ العابد علی ضائعٍ یستر ضیاعہٗ، ویستدرک فواتہٗ، ویتدارک قواہ۔ الدرجۃ الثانیۃ غیرۃ المرید علی وقت فاتَ، وھی غیرۃٌ قتالۃ، فإنّ الوقت وحی التفصی، ابی الجانب، بطیّ الرجوع، الدرجۃ الثالثۃ غیرۃ العارف علی عین غطاھا غینٌ، وسرٍّ غشیہٗ رینٌ، ونفسٍ علق برجاء أوْ التفت الیٰ عطاء۔

بابِ غیرت

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والسلام کی بات بیان کرتے ارشاد فرمایا: رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ (ص:33)

پھر حکم دیا کہ انہیں (گھوڑوں) کو میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پہ ہاتھ پھیرنے لگے۔

غیرت: کنجوسی کے ساتھ برداشت کا ساقط ہوجانا ہے۔ اور عمدگیِ طبع کے باعث صبر سے تنگی محسوس کرنا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: عابد کا کسی ضائع ہونے والی چیز پر ایسی غیرت کرنا جو اس کے ضیاع کو واپس کردے، اس کے نقصان کی تلافی کردے اور اس کی قوت کا تدارک کردے۔

دوسرا درجہ: مرید کا کھوئے ہوئے وقت پر غیرت کرنا ہے۔ اور یہ غیرت قاتلِ بے رحم ہے کیونکہ وقت انتہائی سبک رفتار، کسی کی طرف داری کا منکر اور پھر قسمت سے واپس ملتا ہے۔

تیسرا درجہ: عارف کا اس چشمۂ آب پہ غیرت کرنا ہے جسے پیاس نے ڈھانپ رکھا

ہے، اس راز پہ غیرت کرنا ہے جس پہ زنگار چھایا ہو اور اس سانس پہ غیرت کرنا ہے جو کسی امید کے ساتھ وابستہ ہو یا کسی بخشش کی طرف متوجہ ہو۔

باب الشوق

قال الله تعالیٰ (مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ) الشوق ھبوب القلب الیٰ غائبٍ، وفی مذھب ھٰذہ الطائفة، الشوق علّة عظیمة، فاِنّ الشوق انّما یکون الیَ الغائب، و مذھب ھٰذہ الطائفة انّما قام علَی المشاھدۃ، وھٰذہ العلّة لم ینطق القرآن باسمہٖ ثم ھو علیٰ ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ شوق العابد اِلَی الجنّة، لیأمن الخائف، ویفرح الحزین، ویظفر الآمل، الدرجة الثانیة شوقٌ الَی الله تعالیٰ، زرعَهُ الحبّ الّذی نبت علیٰ حافات المنن، فعلق قلبہٗ بصفاتہِ المقدسة واشتاقَ الیٰ معاینة لطائف کرمہٖ، وآیات برّہٖ، واعلامِ فضلہٖ، وھٰذا شوقٌ تغشّاہ المبارّ، ویخالطہٗ المسارّ، ویقاویہِ الاصطبارُ۔ الدرجه الثالثة نارٌ اَضرمَها صفو المحبّة، فنقصت العیش و سلبت السلوۃ ولم ینھھا مَقرّ دون الّلقاء۔

بابِ شوق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ

(عنکبوت:5)

جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اللہ کا مقررہ وقت آنے والا ہے۔

شوق: دل کا غائب کی طرف اڑے جانا ہے اور اس طائفہ کے مذہب میں شوق ایک بڑی بیماری ہے کیونکہ شوق غائب کی طرف ہوا کرتا ہے اور اس طائفہ کا مذہب مشاہدے پر قائم ہے۔ اور اس علت کا قرآنِ کریم نے نام لے کر ذکر نہیں کیا ہے۔

پھر اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: عبادت گزار کا جنت کی طرف شوق ہے تاکہ خائف امن میں رہے، حزین خوش ہو جائے اور امیدوار کامیاب ہو جائے۔

دوسرا درجہ: اللہ تعالیٰ کی طرف شوق کا ہے اور اس کی کھیتی اس بیج سے ہے جو احسانات کے کناروں پہ اُگتا ہے اور اس کا دل صفاتِ مقدسہ کے ساتھ معلق ہوتا ہے۔ اور اس کے کرم کے لطائف، بھلائی کی نشانیوں اور فضل کے پرچموں کے معائنے کا مشتاق بن جاتا ہے۔ اس شوق پر بھلائی چھا گئی ہوتی ہے، اس میں مسرت کی آمیزش ہوتی ہے اور صبر اسے تقویت دیتا ہے۔

تیسرا درجہ: ایسی آگ ہے جسے محبت کی صفائی نے روشن کیا ہوتا ہے۔ پس زندگی اجیرن اور تسلی مسلوب (چھین لی گئی) ہو جاتی ہے اور ملاقات کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا۔

باب القلق

قال الله تعالیٰ حاکیًا عن کلیمہٖ (وَ عَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی) القلق: تحریك الشوق باسقاط الصبر، وهو علی ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ: قلقٌ يُضيق الخلق، ويلذّذ الموت۔ والدرجة الثانية قلق يغالب العقل، ويخلّ السمع، ويطاول الطاقة ،۔ والدرجة الثالثةُ قلقٌ لا يرحم أبدًا، ولا يقبل أمدًا، ولا يُبقی أحدًا۔

بابِ قلق

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والسلام کا قول بیان فرمایا: وَعَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی۔ (طٰہٰ:84)

اور میں نے تیری طرف جلدی کی میرے رب کہ تو راضی ہو جائے۔

قلق: صبر کا دامن چھوڑتے ہوئے شوق کو حرکت دینا ہے اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ایسا قلق جو اخلاق کو تنگ، مخلوق کو مبغوض اور موت کو لذیذ بنا دیتا ہے۔

دوسرا درجہ: ایسا قلق جو عقل پہ غالب آ جائے، سماعت میں رخنہ ڈال دے اور طاقت کو مزید بڑھا دے۔

تیسرا درجہ: ایسا قلق جو کبھی بھی رحم نہیں کرتا، کسی بھی مدت کو قبول نہیں کرتا اور کسی ایک کو

بھی باقی نہیں چھوڑتا۔

باب العطش

قال اللہ تعالیٰ حاکیًا عن خلیلہٖ ﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا﴾ العطش: کنایۃٌ عن غلبة ولوعٍ بمأمولٍ، وھو علیٰ ثلاث درجات۔ الدرجة الاولیٰ عطش المرید الیٰ شاھدٍ یرویہٖ، اوْ اشارةٍ تشفیہٖ اوْ عطفةٍ تؤویه۔ الدرجة الثانیة عطف السالك الیٰ أجلٍ یطویه، ویومٍ بربّہٖ ما یغنیه، ومنزلٍ یستریح فیه، الدرجة الثالثة عطش المحبّ الیٰ خلوةٍ ما دونها سحابٌ، ولا یُغَطِّیُهَا حجابُ تفرقةٍ ، ولا یعرج دونها علیٰ انتظار۔

بابِ عطش

حلِ لغت: یُعرّ ج۔ ایک طرف سے دوسری طرف جھکنا

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والسلام کے بارے بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۔(انعام:76)

پس جب آپ پہ رات چھا گئی ستارے کو دیکھ کر کہا یہ میرا رب ہے۔

عطش: ماءمول (جس چیز کی امید ہو) کے ساتھ حد درجہ محبت کے غلبہ سے کنایہ ہے۔اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: مرید کی ایسی دلیل کے لیے پیاس ہے جو اسے سیراب کردے یا ایسے اشارے کے لیے جو اسے شفا دے دے یا ایسی مہربانی کے لیے جو اسے پناہ دے دے۔

دوسرا درجہ: سالک کی اس مدت کے لیے پیاس ہے جسے وہ لپیٹ سکے اور ایسے دن کے لیے جو اسے وہ کچھ دیکھا دے اور جو اسے غنی کردے اور ایسی منزل کے لیے جس میں وہ راحت پالے۔

تیسرا درجہ: محب کی ایسی خلوت کے لیے پیاس ہے جس کے سامنے بادل نہیں اور نہ ہی اسے تفرقہ کا حجاب ڈھانپ سکے اور اس میں ستم کشِ انتظار بھی نہیں ہونا پڑتا۔

باب الوجد

قال اللہ تعالیٰ (وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ إِذْ قَامُوْا) الوجد: لهبٌ يتأجّج من شهود عارض مقلقٍ، ووهوعلیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ وجدٌ عارضٌ يستفيق له شاهد السمع، أو شاهدُ البصر، أو شاهدُ الفكر، أبقى على صاحبه أثرًا أو لم يبق۔ الدرجة الثانية وجدٌ تستفيق له الروح بلمعِ نورٍ أزلیٍ، أوْ سماع نداءِ أوّلی، أو جذبٍ حقيقی إنْ ابقى على صاحبه لباسهٗ ، والّا ابقى عليه نورهٗ۔ الدرجة الثالثةوجدٌ يخطف العبد من يد الكونين، ويمحض معناه من درن الحظ، ويسلبهٗ من رقّ الماء والطين، إنْ سلبهٗ أنْساه اسمهٗ ، وإنْ لم يسلبهٗ اعاد رسمه۔

بابِ وجد

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ إِذْ قَامُوْا۔ (کہف: 14)

اور ہم نے ان کی ڈھارس بندھائی جب کھڑے ہوئے۔

وجد: ایسی آگ جو مبتلائے قلق (کسک، بیتابی) کردینی والی چیز سے بھڑکتی ہے۔اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ایسا وجد جو اپنے صاحب پہ اثر چھوڑے یا نہ چھوڑے تاہم شاہدِ سماعت (سن کر گواہی دینے والا)، شاہدِ بصر یا شاہدِ فکر اس سے افاقہ پاتا ہے۔

دوسرا درجہ: ایسا وجد جس میں نورِ ازلی کی چمک یا ندائے اولی کی سماعت یا جذبۂ حقیقی کے ذریعے روح کو افاقہ ملتا ہے اگر اپنے صاحب پہ اس کے لباس کو باقی رکھے اور اگر لباس نہ سہی تو اس کے نور کو باقی رکھے۔

تیسرا درجہ: ایسا وجد جو بندے کو کونین کے ہاتھوں سے اچک لیتا ہے اور خواہشِ نفس سے اس کے معنی کو خالص کر دیتا ہے اور پانی اور مٹی کی غلامی سے آزاد کرا دیتا ہے۔ اگر اسے (بندے کو) سلب کر لے تو اسے اپنا نام تک بھلا دیتا ہے اور اگر سلب نہ کرے تو اس کا نشان لوٹا دیتا ہے۔

باب الدهش

قال الله تعالیٰ (فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ) الدهش: بهتة تأخذ العبد، اِذ فاجأه مايغلب عقله او صبره او علمه، وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ دهشة المريد عند صولة الحال علیٰ علمه، والوجد علیٰ طاقته، والكشف علیٰ همّته، الدرجة الثانية دهشة السالك عند صولة الجمع علیٰ رسمه، والسبق علیٰ وقته، والمشاهدة علیٰ روحه۔ الدرجة الثالثة دهشة المحبّة، عند صولة الاتصال علیٰ لطف العطية، وصولة نور القرب علیٰ نور العطف، وصولة شوق العيان علیٰ شوق الخبر۔

بابِ دہشت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ۔ (یوسف:13)

پس جب عورتوں نے انہیں (حضرتِ یوسف علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوات والسلام) کو دیکھا تو انہیں عظیم سمجھا۔

دہشت: اس سے مراد وہ حیرانگی ہے جو بندے پہ اس وقت طاری ہوتی ہے جب اسے اچانک کسی ایسے امر کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اس کے عقل، صبر یا علم پہ غالب آجائے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ایسی دہشت جو مرید کو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب علم پہ حال کو، طاقت پہ وجد کو اور ہمت پہ کشف کو غلبہ حاصل ہو۔

دوسرا درجہ: ایسی دہشت جو سالک کو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب اسکے نشان پہ جمع کو، وقت پہ سبقت کو اور روح پہ مشاہدہ کو غلبہ حاصل ہو۔

تیسرا درجہ: محبت کی دہشت ہے یہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب عطیہ کے لطف پہ اتصال، مہربانی کے نور پہ نورِ قرب اور خبر کے شوق پہ شوقِ معائنہ کو غلبہ حاصل ہو۔

باب الهيمان

قال الله تعالیٰ (وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا) الهيمان: ذهابٌ عن التمالك تعجّبًا أو حيرةً، وهو اثبت دوامًا وأملك بالنعت من الدهش، وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ هيمانٌ فی شيم أوائل برق اللطف عند قصد الطريق مع ملاحظة العبد خسّة قدره، وسفالة منزلته، وتفاهة نسبته۔ والدرجة الثانية هيمانٌ فی تلاطم امواج التحقيق، عند ظهور براهينه وتواصل عجائبه ولياح انواره، الدرجة الثالثة هيمانٌ عند الوقوع فی عين القدم، ومعاينة سلطان الأزل، والغرق فی بحر الكشف۔

بابِ ہیمان (محبت میں وارفتہ ہوجانا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا ۔(اعراف:143)

اور موسیٰ (علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوات والسلام) بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

ہیمان: ایسی حیرت یا تعجب جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ سے بھی گزر جائے اور دہشت کی نسبت یہ زیادہ رہنے والی اور زیادہ قابلِ بیان ہے۔اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: آدمی جب قصدِ طریق کرتا ہے تو برقِ لطف (مہربانی کی بجلی) کے اوائل میں چمک کی سمتوں میں ایک خودرفتگی پیدا ہوجاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بندے کو اپنے مرتبے کی خست، منزلت کے نچلے پن اور اپنی نسبت کے ہلکے پن کا احساس ہوتا ہے۔

دوسرا درجہ: جب انوارِ تحقیق کی چمک آ رہی ہو، اس کے عجائب پے در پے آ رہے ہوں اور اس کی براہین کا ظہور ہو رہا ہو تو امواجِ تحقیق کے طلاطم (ٹکراؤ) میں خودرفتگی پیدا ہوجاتی ہے۔

تیسرا درجہ: چشمہءِ قدم میں چلے جانے، سلطانِ ازل کے دیدار اور بحر کشف (کشف کے سمندر) میں غرق ہوتے ہوئے جو وارفتگی پیدا ہوجاتی ہے کا نام ہے۔

باب البرق

قال الله تعالیٰ (اِذْ رَاٰ نَارًا) البرق: باکورۃٌ تلمع للعبد، فتدعوہ الیٰ الدخول فی ھٰذا الطریق، والفرق بینہٗ وبین الوجد، اَنّ الوجد یقع بعد الدخول فیہ والبرق قبلہٗ، فالوجد زادٌ والبرق اِذن، وھو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجۃ الاولیٰ برقٌ یلمع من جانب العدّۃ فی عین الرجاء، یستکثر فیہ العبد القلیل من العطاء، ویستقلّ فیہ الکثیر من الاعیاء، ویستحلی فیہ مرارۃ القضاء۔ الدرجۃ الثانیۃ برق یلمع من جانب الوعید فی عین الحذر، فیستقصر فیہ العبدُ الطویلَ من الأمل، ویزھد فی الخلَق علیَ القرب، ویرغب فی تطھیر السرّ۔ الدرجۃ الثالثۃ برقٌ یلمعُ من جانِب اللطف عینَ الافتقار، فیُنشیء سحَاب السرور، ویَمطرُ قطر الطرب، وَیَجرِی نھرُ الافتخار۔

بابِ برق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِذْ رَاٰ نَارًا۔ (طٰہٰ:10)

جب آگ کو دیکھا۔

برق: پہلی پہلی چمک جو بندے کے لیے ظاہر ہوتی ہے اور اسے اس طریق میں داخلے کی دعوت دیتی ہے۔ برق اور وجد کے درمیان فرق یہ ہے کہ وجد اس راستے میں داخلے کے بعد ہوتا ہے جبکہ برق اس سے پہلے ہے۔ لہٰذا وجد کی حیثیت زادِ راہ کی ہے اور برق کی حیثیت اجازت نامے کی ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ایسی برق جو عین حالتِ رجا (امید کی حالت) میں اپنی جمع پونجی سے چمکنے لگتی ہے بندہ اس میں تھوڑی سی نوازش کو بھی کثیر خیال کرتا ہے اور بھاری بوجھوں کو بھی ہلکا سمجھنے لگتا ہے اور قضا کی تلخی کو شیریں سمجھتا ہے۔

دوسرا درجہ: ایسی برق جو عین حالتِ حذر (ڈرنا، بچنا) میں وعید کی جانب سے پیدا ہوتی ہے۔ اس میں بندہ اپنی طویل امید کو چھوٹا سمجھتا ہے اور خلقِ خدا کے قرب سے دوری اختیار

کرتا ہے اور باطن کی طہارت میں رغبت اختیار کرتا ہے۔

تیسرا درجہ: ایسی برق ہے جو عینِ افتقار (محتاج ہونا) میں مہربانی کی جانب سے چمکتی ہے تو سرور کے بادل اُمڈ آتے ہیں، بارانِ طرب (خوشی کی بارش) برسنے لگتی ہے اور نہرِ افتخار بہنے لگتی ہے۔

باب الذوق

قال الله تعالیٰ (هٰذَا ذِكْرٌ ؕ) الذوق ابقٰی من الوجد، واجلیٰ من البرق، وھو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ ذوق التصديق طعم العدّة، فلايعقلهٗ ظنٌ، ولا يقطعهٗ أملٌ، ولا تعوقهٗ أمنية۔ الدرجة الثانية ذوق الارادة طعم الانس، فلا يعلق بهٖ شاغلٌ ولا يفتنهٗ عارضٌ ولا تكدرهٗ تفرقةٌ۔ الدرجة الثالثة ذوق الانقطاع طعم الاتصال، وذوق الهمّة طعم الجمع، وذوق المسامرة طعم العيان۔

بابِ ذوق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هٰذَا ذِكْرٌ ؕ (ص:49) یہ نصیحت ہے۔

ذوق: وجد سے زیادہ باقی رہنے والا اور برق سے زیادہ روشن ہے۔ اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: تصدیق کا جمع پونجی کے ذائقے کا چکھ لینا ہے اسے کوئی گمان سمجھ نہیں سکتا، کوئی مدت اسے قطع نہیں کر سکتی اور کوئی تمنا اسے بگاڑ نہیں سکتی۔

دوسرا درجہ: ارادے کا انس کے ذائقے کو چکھنا ہے۔ کوئی شاغل اس کے ساتھ اٹک نہیں جاتا، کوئی عارضہ اس میں فتنہ دری نہیں کرتا اور کوئی تفرقہ اسے مکدّر (میلا) نہیں کرتا۔

تیسرا درجہ: انقطاع کا اتصال کے ذائقے کو چکھنا ہے، ہمت کا جمع کے ذائقے کو چکھنا ہے اور سخن طرازیٔ شب کا ذائقۂ دیدار سے شادکام ہونا ہے۔

واماّ قسم الولايات

فهی عشرة أبواب؛ وهی اللحظ، والوقت، والصفاء، والسرور، والسر، والنفس، والغربة، والغرق، والغيبة، والتمكن۔

اقسامِ ولایات

یہ دس ابواب ہیں۔لحظ، وقت، صفا، سرور، سر، نفس، غربت، غرق، غیبت، تمکّن

باب اللحظ

قال الله تعالیٰ (اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ج) اللحظ لمحٌ مسترقٌ وهو فی هٰذا الباب علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ ملاحظة الفضل سبقًا، وهی تقطع طریق السؤال الاّ ما استحقته الربوبيّة من اظهار التذلّل لها، وتنبت السرور الاّما يشوبهٗ من حذر المكر، وتبعث علَى الشكر الاّ ما قام به الحق تعالیٰ من حَقّ الصفة۔ الدرجة الثانية ملاحظة العبد نور الكشف، وهی تسبل لباس التولی، وتذيق طعم التجلی، وتعصم عن عوار التسلی۔ والدرجة الثالثة ملاحظة عين الجمع، وهی توقظ لاستهانة المجاهدات، وتخلص من رعونة المعارضات، وتفيد مطالعة البدايات۔

بابِ لحظ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ج

(اعراف:143)

آپ پہاڑ کی طرف دیکھئے اگر اپنی جگہ قرار پزیر رہا تو آپ مجھے دیکھ سکیں گے۔

لحظ: یہ کن اکھیوں سے چوری چوری دیکھنا ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ہر چیز سے پہلے فضل کا ملاحظہ کرنا ہے۔ اور یہ (لحظ) ربوبیت جس کی حقدار

ہے اور جس کے ذریعے عاجزی وانکساری کا اظہار ہو کے علاوہ ہر قسم کے سوال کا راستہ بند کر دیتا ہے۔ اور یہ سرور کو پیدا کرتا ہے سوائے اس (سرور) کے جس میں مکر سے بچنے کے لیے ملاوٹ کردے اور اس شکر پہ ابھارتا ہے جو اس کے سوا ہے اور حق تعالیٰ کا حقِ صفت ہے۔

دوسرا درجہ: بندے کا نورِ کشف کا ملاحظہ کرنا ہے۔ یہ ذمہ داری کا دراز لباس پہنا دیتا ہے، تجلی کا ذائقہ چکھا دیتا ہے اور لباسِ تسلی کو پھٹنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

تیسرا درجہ: عینِ جمع کا ملاحظہ کرنا ہے۔ یہ مجاہدات کی استہانت (بے وقعت ہونا) کے لیے بیداری پیدا کرتا ہے، معارضات کی رعونت سے چھٹکارا دیتا ہے اور ابتدائی امور کے مطالعہ کا فائدہ دیتا ہے۔

باب الوقت

قال اللہ تعالیٰ (ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى) الوقت: اسمٌ لظرف الكون، وهو اسمٌ فی هٰذا الباب لثلاث معان، وهو علىٰ ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولىٰ حينُ وجهٍ صادق لاِيناسِ ضياء فضلٍ، جذبهٗ صفاءُ رجاءٍ، الدرجة الثانية اسمٌ لطريق سالكٍ يسير بين تمكّن وتلوّن، لكنّهٗ الىٰ التمكّن ما هو يسلك الحال، ويلتفت الىٰ العلم فالعلم يشغلهٗ فی حين، والحال تحملهٗ فی حين، فبلاؤهٗ بينهما يذيقهٗ شهودًا طورًا وَيكسوه غيرةً طورًا و يُريه غيرة التفرق طورًا۔ الدرجة الثالثة قالوا الوقت الحق، ارادوا بهٖ استغراق رسم الوقت فی وجود الحق، هٰذا المعنی يسبق علىٰ هٰذا الاسم عندی، لكنّهٗ هو اسمٌ فی هٰذا المعنی الثالث لحينٍ تتلاشٰی فيه الرسوم كشفًا لا وجودًا محضًا، وهو فوق البرق والوجد، وهو يشارف مقام الجمع لو دَامَ وبقی، ولا يبلغ وادی الوجود لكنّهٗ يكفی مؤنة المعاملة، ويصفی عين المسامرة، ويشم رائحة الوجود۔

بابِ وقت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى۔ (طٰہٰ:40)

پھر آپ ایک مقررہ وعدے پہ حاضر ہوئے اے موسیٰ۔

وقت: کسی امر کے ہونے کے لیے ظرف کا نام ہے۔ اس باب میں یہ تین معانی کا نام ہے اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: وہ گھڑی ہے جو فضل وعنایت کی ضیا سے انس پانے کی وجہ سے چہرے کو نصیب ہوتی ہے اور اسے امید کی صفائی کھینچ لاتی ہے۔

دوسرا درجہ: یہ تمکن (قرار پزیر ہونا) اور تلون (رنگ بدلنا) کے درمیان سالک کے راستے کا نام ہے۔ لیکن سالک کے تمکن کی طرف جانے سے مراد ہے کہ وہ حال میں سلوک کر رہا ہے اور علم کی طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ پس علم اسے کبھی کبھی مشغول کر دیتا ہے اور حال اسے کبھی اٹھالیتا ہے تو ان دونوں (علم وحال) کے مابین کی آزمائش اسے کبھی شہود کا مزہ دیتی ہے، کبھی غیرت کا لباس پہنا دیتی ہے اور کبھی اسے غیرتِ تفرق دیکھا دیتی ہے۔

تیسرا درجہ: سالکین کا کہنا ہے کہ وقت حق ہے۔ اس سے ان کی مراد ہے کہ وجودِ حق میں رسمِ وقت مستغرق ہو جائے۔ اور میرے نزدیک یہ معنی اس اسم پہ سبقت لے گیا ہے لیکن اس تیسرے معنی میں یہ اس گھڑی کا نام ہے جس میں رسوم وجودِ محض کے لحاظ سے نہیں بلکہ کشف کے لحاظ سے ختم ہو جاتی ہیں۔ اور یہ برق و وجد سے فوقیت رکھتا ہے اور اگر دائم و باقی رہے تو مقامِ جمع میں جھانکنے لگتا ہے اور وادیٔ وجود میں نہیں پہنچ پاتا لیکن معاملے کے بوجھ کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور چشمۂ مسامرت (رات کو گفتگو کرنا) کو اجلا کرتا ہے اور وجود کی خوشبو سونگھا دیتا ہے۔

باب الصفاء

قال الله تعالیٰ (وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ) الصفاء؛ اسمٌ للبراءة من الكدر، وهو في هٰذا الباب سقوط التلوين، وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ صفاء علمٍ، يهذّب سلوك الطريق، ويبصرهٗ غاية الجد، ويصحح همّة القاصد۔ الدرجة الثانية صفاء حالٍ، يشاهد بهٖ شواهد التحقيق، ويذاق بهٖ حلاوة المناجاة وينسٰى

بہ الکون۔ والدرجة الثالثة صفاء اتصالٍ، یدرج حظ العبودیة فی حق الربوبیة، ویغرق بھا نھایات الخبر فی بدایات العیان، ویطوی خسة التکالیف فی عین الأزل۔

بابِ صفاء

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ۔ (ص:47)

اور بیشک وہ ہمارے ہاں برگزیدگان میں سے ہے۔

صفا: کدورت سے نجات پانا ہے۔ اور اس باب میں اس سے مراد تلوین کا ساقط ہو جانا ہے اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: صفائے علم ہے۔ یہ راستے پہ چلنے کو مہذب کرتا ہے اور کاوش کی انتہا دیکھاتا ہے اور قاصد کی ہمت کو درست کرتا ہے۔

دوسرا درجہ: صفائے حال ہے۔ اس کے ذریعے شواہدِ تحقیق کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور مناجات کی مٹھاس کا ذائقہ چکھا جاتا ہے اور کائنات کو بھلا دیا جاتا ہے۔

تیسرا درجہ: صفائے اتصال ہے۔ حظِ ربوبیت کو حقِ ربوبیت میں درج کیا جاتا ہے اور خبر کی انتہائیں معائنہ کی ابتداؤں میں ڈوبنے لگتی ہیں۔ اور تکالیف کی خست کو عینِ ازل میں لپیٹ دیا جاتا ہے۔

باب السرور

قال اللہ تعالیٰ (قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ)

السرور اسمٌ لاستبشارٍ جامعٍ، ھو اصفٰی من الفرح لانّ الافراح ربّما شابتھا الاحزان، ولذالك نزل القرآن باسمہ فی افراح الدنیا فی مواضع، وورد اسم السرور فی موضعین فی القرآن فی حال الآخرۃ، وھو فی ھٰذا الباب علٰی ثلاث درجات، الدرجة الاولٰی سرور ذوقٍ، وذھب بثلاثة احزانٍ، حزنٌ ورثہٗ خوف الانقطاع وحزنٌ ھاجتہٗ ظلمة الجھل، وحزنٌ بعثہٗ وحشة التفرق۔ الدرجة الثانیة سرور شھودٍ، وکشف حجاب العلم، وفكّ رقّ التکلیف، ونفی صغار الاختیار۔ الدرجة

الثالثة سرور سماع الاجابة، وهو سرور يمحو آثار الوحشة، ويقرع باب المشاهدة

ويضحك الروح۔

بابِ سرور (خوشی)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔

(یونس:58)

فرما دیجیے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پہ وہ خوش ہو جائیں یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

سرور: ایک جامع بشارت کا نام ہے اور یہ فرح سے زیادہ صاف ہے کیونکہ فرحتوں میں کئی بار غموں کی آمیزش ہو جاتی ہے اسی وجہ سے قرآنِ پاک میں کئی مقامات پر دنیاوی خوشیوں کو فرحت کا نام دیا گیا ہے اور حالِ آخرت بیان کرتے ہوئے دو مقامات پہ سرور کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس باب میں سرور کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: سرورِ ذوق ہے یہ تین غموں کو دور کرتا ہے ا۔ وہ غم جو خوفِ انقطاع سے پیدا ہوتا ہے ۲۔ وہ غم جسے جہالت کی تاریکی نے عیب دار بنا دیا ہو۔ ۳۔ وہ غم جسے تفرق کی وحشت نے ابھارا ہو۔

دوسرا درجہ: سرورِ شہود ہے یہ حجابِ علم کو اٹھانا، تکلیف کی غلامی سے نجات پانا اور آزمائش میں چھوٹی چھوٹی لغزشوں کو دور کرنا ہے۔

تیسرا درجہ: سماعِ اجابت (اپنی مقبولیت کی خبر سننا) کا سرور ہے یہ ایسا سرور ہے جو وحشت کے آثار کو مٹا دیتا ہے، بابِ مشاہدہ پہ دستک دیتا ہے اور روح کو خوش کرتا ہے۔

باب السر

قال اللہ تعالیٰ (اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ) اصحاب السر: هم الاخفياء الّذين ورد فيهم الخبر، وهم على ثلاث طبقاتٍ، الطبقة الاولى طائفةٌ علت هِمَمُهم وصفت

قصودهم وصحّ سلوكهم، ولم يوقف لهم علىٰ رسمٍ، ولم ينسبوا الیٰ اسمٍ، ولم تشر اليهم الاصابع ، أولئك ذخائر الله حيث كانوا۔ الطبقة الثانية طائفةٌ اشاروا عن منزلٍ وهمُ فی غيرہٖ وَ ورّوا بامرٍ وهمِ لغيرہ، ونادوا علیٰ شأنٍ وهمُ علیٰ غيرہٖ، فهم بين غيرةٍ عليهم تسترهم وادب فيهم يصونهم، وظرف يهذّبهم، الطبقة الثالثة طائفةٌ اسرّهم الحق عنهم ، فلاح لهم لائحًا اذهلهم عن ادراكِ ما هم فيه، فاستسروا عنهم مع شواهد تشهد لهم بصحة مقامهم، عن قصدٍ صادق يهيجهٗ غيبٌ، وحبّ صادق يخفی عليه مبدأ علمهٖ، ووجد عذبٍ لا ينكشف لهٗ موقدہٗ، وهٰذا من ارقّ مقامات اهل الولايات۔

بابِ سرّ (راز)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا فِيۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ۔ (ہود:31)

اور اللہ سب سے زیادہ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔

اصحابِ سر: یہ وہ مخفی لوگ ہیں جن کے بارے میں خبر وارد ہوئی ہے اور ان کے تین طبقات ہیں۔

پہلا طبقہ: یہ وہ گروہ ہے جن کی ہمتیں عالی، ارادے صاف اور ان کا سلوک صحیح ہے۔ ان کا کوئی نشان ہے اور نہ ہی کوئی نام اور نہ ہی انگلیاں ان کی طرف کوئی اشارہ کرتی ہیں۔ یہ جہاں کہیں بھی ہوں اللہ کے ذخائر ہیں۔

دوسرا طبقہ: یہ وہ لوگ ہیں جو اشارہ تو کسی منزل کا کرتے ہیں لیکن ہوتے کسی اور میں ہیں، بتاتے کچھ ہیں لیکن ہوتے کسی اور معاملے میں ہیں اور ندا کچھ لگاتے ہیں لیکن ہوتے اس کے علاوہ میں ہیں۔ یہ ایسے غبار میں ہوتے ہیں جو انہیں چھپا رہا ہوتا ہے، ایسے ادب میں ہوتے ہیں جو ان کی حفاظت کر رہا ہوتا ہے اور ایسے ظرف میں ہوتے ہیں جو انہیں مہذب بنا رہا ہوتا ہے۔

تیسرا درجہ: یہ ایسا گروہ ہے کہ حق نے انہیں خود ان سے بھی چھپا رکھا ہے ان کے لیے

ایک ایسی چمک ظاہر ہوتی ہے جو انہیں اس ادراک سے بھی ناتواں کر دیتی ہے کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔ اور جس کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے وارفتہ ہو جاتے ہیں۔ اور جس مقام میں وہ ہوں اس کی پہچان ان کے حال کے بارے میں انہیں باخبر کرنے سے کنجوسی کرتی ہے۔

یہ لوگ خود اپنے آپ سے پوشیدہ ہوتے ہیں اور شواہد ان کے حق میں گواہ ہوتے ہیں کہ وہ جس قصدِ صادق پہ کھڑے ہیں غیب اسے جوش دلا رہا ہے، اس حبِ صادق پہ ہیں جس پہ اس کے علم کی ابتدا مخفی ہے اور اس خوشگوار وجد میں ہیں جس کو روشن کرنے والا دیکھائی نہیں دیتا۔ اور یہ اہلِ ولایت کے مقامات میں سے باریک تر ہے۔

باب النفس

قال اللہ تعالیٰ (فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبۡحٰنَكَ) سمّی النفس نفسًا لترویح المتنفس بہٖ، وھو علیٰ ثلاث درجاتٍ، وھی تشابہ درجات ا لوقت، والانفاس ثلاثۃٌ۔ النفس الاوّل نفسٌ فی حین استتارٍ، مملوّ بالکظم، معلق بالعلم، اِنْ تنفَّس تنفس بالأسف، اَوْ نطق نطق بالحزن، وعندی انہٗ یتولّد من وحشۃ الاستتار، وھی الظلمۃ الّتی قالوا انّھا مقامٌ۔ والنفس الثانی نفس فی حین التجلی، وھو نفس شاخصٌ عن مقام السرور اِلیٰ روح المعاینۃ، مملوّمن نور الوجود، شاخص اِلیٰ مقام السر، وذٰلک روح منقطع الاشارۃ ۔ النفس الثالث نفسٌ مطھّرٌ بماء القدس، قائمٌ باشاراتِ الازل، وھوا لنفس الّذی یسمّی صدق النور، فالنفس الاوّل للمرید سراجٌ، والنفس الثانی للقاصد معراجٌ، والنفس الثالث للمحقّقِ تاجٌ۔

بابِ نفس

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبۡحٰنَكَ (اعراف:143)

پھر جب آپ (موسیٰؑ) کو ہوش آیا تو عرض کی تو پاک ہے۔
نفس: اسے نفس اس لیے کہتے ہیں کہ متنفس کو اس کے ذریعے راحت ملتی ہے۔ اس کے تین درجات ہیں اور یہ درجاتِ وقت کے مشابہ ہیں۔ اور انفاس تین ہیں۔
نفسِ اوّل: یہ وہ ہے جو استتار (زیر حجاب ہونے) کے وقت لی جاتی ہے۔ یہ ضبطِ تحمل سے لبریز اور علم سے معلق ہوتی ہے۔ اگر صاحبِ نفس سانس لیتا ہے تو افسردہ سا اور اگر بولتا ہے تو غمزدہ سا اور میرے نزدیک یہ وحشتِ استتار (زیر حجاب ہونے کی وحشت) سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ ایک تاریکی ہے جسے ان لوگوں نے مقام کا نام دیا ہے۔
دوسرا سانس: یہ تجلی کی گھڑی میں لیا جاتا ہے اور یہ وہ سانس ہے جو مقامِ سرور سے روح معائنہ کی طرف بلند ہوتا ہے، نورِ وجود سے لبریز اور مقامِ راز کی طرف اٹھتا ہے اور یہ ایسی روح ہے جو اشارہ سے منقطع ہے۔
تیسرا سانس: یہ وہ سانس ہے جو آبِ قدس کے ذریعے پاکیزہ کیا جاتا ہے، اشاراتِ ازل سے قائم ہوتا ہے۔ اور یہ وہ سانس ہے جسے صدقِ نور کہتے ہیں لہٰذا نفس اول مرید کے لیے چراغ، دوسرا سانس قاصد کے لیے معراج اور تیسرا محقق کے لیے تاج ہے۔

باب الغربة

قال اللہ تعالیٰ (فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ) الغربة: اسمٌ یشار بہٖ الی الانفراد عن الأکفاء، وھو علیٰ ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ الغربة عن الأوطان، وھٰذا الغریب موتہٗ شھادۃٌ، ویقاس لہٗ فی قبرہٖ من مدفنہٖ الیٰ وطنہٖ، ویجمع یوم القیامة اِلیٰ عیسٰی بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ الدرجة الثانیة غربة الحال وھٰذا من الغرباء الّذین طوبٰی لھم، وھٰذا رجلٌ صالحٌ فی زمانٍ فاسدٍ بین قومٍ فاسدین، اَوْ عالمٌ بین قومٍ جاھلین، اَوْ صدیقٌ بین قوم منافقین۔ الدرجة الثالثة غربة الھمّة وھی غربة طلب الحق تعالیٰ، وھی غربة العارف، لِانّ العارف فی شاھدہٖ

غريب، ومصحوبهٗ من شاهدہٖ غريبٌ، وموجودهٗ فيما يحملهٗ علمٌ، أوْ يظهرهٗ وجدٌ اوْ يقوم بهٖ رسمٌ اوْ يطيقهٗ اشارة اوْ يشملهٗ اسمٌ غريبٌ، فغربة العارف غربةُ الغربة، لِانّهٗ غريب الدنيا وغريب الآخرة۔

بابِ غربت (اجنبی ہونا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۔(ہود:117)

غربت: یہ ایک اسم ہے جس کے ذریعے اپنے ہم جولیوں سے الگ ہوجانے کیطرف اشارہ کیا جاتا ہے۔اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: اپنے اوطان سے پردیس چلے جانا ہے۔اس پردیسی کی موت شہادت ہوتی ہے،اس کی قبر میں اس کے مدفن سے وطن تک پیمائش کی جاتی ہے اور روزِ قیامت حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سرفراز کیا جائے گا۔

دوسرا درجہ: غربتِ حال ہے اور یہ وہ غریب ہے جو سعادتمند ہے۔اور یہ وہ نیک شخص ہے جو دورِ فاسد میں فاسدین میں گزر بسر کر رہا ہو یا ایسا عالم ہے جو جاہلین کے درمیان ہو یا وہ سچا کھرا انسان ہے جو منافقین میں رہ رہا ہو۔

تیسرا درجہ: غربتِ ہمت ہے یہ وہ غربت ہے جو حق تعالیٰ کی طلب میں ہو اور یہ عارف کی غربت ہے کیونکہ عارف اپنے گرد و پیش میں انوکھا ہوتا ہے۔اس کا ہمنوا اسے اجنبی دیکھا کرتا ہے اور اس کے ہاں جو کچھ ہے اس میں اس کا سرمایہ علم ہے،وہ چیز ہے جسے وجد ظاہر کرتا ہے،اس کے ساتھ کوئی نشان قائم ہوتا ہے،اس پہ کوئی اشارہ موزوں ہوجاتا ہے یا اسے کوئی انوکھا نام شامل ہوتا ہے لہٰذا عارف کی غربت ہی اصل غربت ہے کیونکہ وہ دنیا و آخرت میں غریب ہوتا ہے۔

باب الغرق

قال اللہ تعالیٰ (فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ) هٰذا اسمٌ يشار به فی هٰذا الباب الیٰ مَنْ توسّط المقام وجاوز حد التفرّق، وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ استغراق العلم فی عین الحال، وهٰذا رجلٌ قد ظفر بالاستقامة، وتحقّق فی الاشارة، فاستحقّ صحّة النسبة، الدرجة الثانية استغراق الاشارة فی الكشف، وهٰذا رجلٌ ينطق عن موجودهٖ ويسير مع شهودهٖ، ولا يحسّ رعونة نفسهٖ، الدرجة الثالثة استغراق الشواهد فی الجمع، وهٰذا رجلٌ شملته أنوار الازلية، فتخلص من الهمم الدنيّةِ۔

بابِ غرق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ۔ (صّٰفّٰت: 103)

پس جب دونوں (ابراہیم واسماعیل علیٰ نبینا وعلیہما الصلوات والسلام) سرِتسلیم خم ہو گئے اورانہوں نے حضرتِ اسماعیل کو پیشانی کے بل لیٹا دیا۔

غرق: اس باب میں اس کے ذریعے ایسے شخص کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جو مقام کے وسط میں جا کھڑا ہو اور حدّ تفرق سے آگے گزر گیا ہو۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: علم کا چشمۂ حال میں غرق ہو جانا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو استقامت میں کامران ہو گیا ہے، اشارہ میں متحقق ہو گیا ہے اور صحتِ نسبت کا حقدار بن گیا ہے۔

دوسرا درجہ: اشارہ کا کشف میں ڈوب جانا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو اپنے موجود کے بارے میں بات کرتا ہے، اپنے شہود کے ساتھ چلتا ہے اور اپنی ذات کی رعونت محسوس نہیں کرتا ہے۔

تیسرا درجہ: شواہد کا جمع میں مستغرق ہونا ہے اور اس صاحبِ درجہ کو انوارِ اوّلیت نے گھیر لیا ہوتا ہے، اس کی آنکھیں مطالعۂ ازلیت میں وا ہوتی ہیں اور اس نے نچلے درجے کی

ہمتوں سے نجات پالی ہوتی ہے۔

باب الغيبة

قال الله تعالىٰ (وَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يَآ اَسَفٰى عَلٰى يُوۡسُفَ) الغيبة التّى يشار اليها فى هٰذا الباب، على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ غيبة المريد فى تخلّص القصد عن أيدى العلائق، ودركِ العوائق، لِالتماس الحقائق۔ الدرجة الثانية غيبة السالك عن رسوم العلم، وعلل السعى، ورخص الفتور۔ الدرجة الثالثة غيبة العارف عن عيون الأحوال والشواهد، والدرجات فى عين الجمع۔

بابِ غَيبت (کھوجانا، غیب ہوجانا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يَآ اَسَفٰى عَلٰى يُوۡسُفَ۔ (یوسف:84)

اور آپ (حضرت یعقوبؑ) نے ان (بیٹوں) سے منہ موڑ لیا اور فرمایا ارے افسوس ہے یوسف علیہ السلام پر۔

غیبت: اس باب میں جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: مرید کا حقائق کی تلاش کے لیے الجھاؤ کا باعث بننے والی چیزوں کا جاننے اور علائق کے ہاتھوں سے نجات پانے کے قصد کو خالص کرنے میں کھوجانا ہے۔

دوسرا درجہ: سالک کا رسومِ علم، کاوش کی علتوں، اور کوتاہی کی رخصتوں سے گم ہوجانا ہے۔

تیسرا درجہ: عارف کا احوال، شواہد اور درجات کا عینِ جمع میں دیکھنے سے غیب ہوجانا ہے۔

باب التمكّن

قال الله تعالىٰ (وَّلَا يَسۡتَخِفَّنَّكَ الَّذِيۡنَ لَا يُوۡقِنُوۡنَ) التمكّن: فوق الطمانينة، وهو اشارةٌ الى غاية الاستقرار، وهو على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ تمكّن المريد، وهو أنْ يجتمع له صحة قصدٍ تسترهُ، ولمع شهودٍ يحملهُ، وسعة طريقٍ تروّحهُ۔

الدرجة الثانية تمكّن السالك، وهو أنْ يجتمع لهٗ صحة انقطاعٍ و برقُ كشفٍ، وصفاء حالٍ، الدرجة الثالثة تمكّن العارف، وهو أنْ يحصلَ فی الحضرة، فوق حجب الطلب لابسًا نور الوجود۔

بابِ تمکّن (قرار پزیر ہونا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ۔ (روم:60)

جو لوگ یقین نہیں رکھتے (ان کی گمراہی کا غم اور ہدایت کی فکر) آپ کو کمزور ہی نہ کر دیں (اے جانِ جہاں! ان کے کفر کو غم جان نہ بنا لیں)۔

تمکن: یہ طمانینت سے فوقیت رکھتا ہے اور یہ قرار پزیر ہونے کی انتہا کی طرف اشارہ ہے اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: تمکنِ مرید ہے۔ اس سے مراد ہے کہ مرید کے لیے صحتِ قصد جو اسے ڈھانپ لے، شہود کی چمک جو اسے اٹھا لے اور روش کی کشادگی جو اسے راحت پہنچائے یہ سب خوبیاں اکٹھی ہو جائیں۔

دوسرا درجہ: تمکنِ سالک ہے۔ اس سے مراد ہے کہ سالک کے لیے صحتِ انقطاع، کشف کی بجلی اور صفائے حال سب جمع ہو جائیں۔

تیسرا درجہ: تمکنِ عارف ہے۔ اس سے مراد ہے کہ عارف طلب کے پردوں سے پرے نورِ وجود میں ملبوس ہو کر حاضرِ بارگاہ ہو جائے۔

واما قسم الحقائق

فهو عشرة أبواب؛ وهى المكاشفة، والمشاهدة، والمعاينة، والحياة، والقبض، والبسط، والسكر، والصحو، والاتصال، والانفصال۔

اقسامِ حقائق

یہ دس ابواب ہیں ۱۔ مکاشفہ ۲۔ مشاہدہ ۳۔معاینہ ۴۔حیات ۵۔قبض ۶۔ بسط ۷۔سکر ۸ صحو ۹۔اتصال ۱۰۔انفصال

باب المكاشفة

قال الله تعالىٰ (فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی) المكاشفة: مهاداة السر بين متباطنين، وهى فى هٰذا الباب بلوغ ما وراء الحجاب وجودًا، وهى على ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ مكاشفة تدل علَى التحقيق الصحيح، وهى ان تكون مستديمة، فاذا كانت حينًا بعد حين لم يعارضها تفرّق، غير انّ العين ربّما شاب مقامهٗ، على انّهٗ قد بلغ مبلغًا لا يقطعهٗ قاطع، ولا يلويه سبب، ولا يلفتهٗ حظ، وهى درجة القاصد، فاذا استدامت فهى الدرجة الثانية۔ واما الدرجة الثالثة فمكاشفة عينٍ لا مكاشفة علمٍ ولا مكاشفة حالٍ، وهى مكاشفةٌ لا تذر سمة تشير الَى التنداذِ او تلجىء الى توقفٍ او توقف على رسمٍ، وغاية هٰذه المكاشفة المشاهدة۔

بابِ مکاشفہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی۔ (نجم:10)

پس اللہ نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔

مکاشفہ: دو باطن والوں کا ایک دوسرے کو راز تحفہ دینا ہے اور اس باب میں اس سے مراد پردوں کے پیچھے جو کچھ ہے اس تک پہنچ کر اسے پالینا ہے۔

اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: وہ مکاشفہ ہے جو تحقیقِ صحیح کی راہنمائی کرے اور یہ دائمی ہوتا ہے اور جب کبھی کبھی ہو تو اس میں تفرق کا معارضہ نہیں ہوتا البتہ بسا اوقات آنکھ اس کے مقام میں آمیزش کر دیتی ہے۔ کیونکہ وہ اس مقام پہ پہنچ گیا ہے جسے کوئی ختم کرنے والی چیز ختم نہیں کرتی، اسے کوئی سبب پھیر نہیں سکتا اور کوئی حظ (کسی چیز سے لطف اٹھانا) متوجہ نہیں کر سکتا۔ اور یہ قاصد کا درجہ ہے اور جب یہی دوام اپنا لے تو ''دوسرا'' درجہ بن جاتا ہے۔

تیسرا درجہ: یہ بذریعہ آنکھ کشف کرنا ہے نہ کہ بذریعہ علم اور نہ ہی بذریعہ حال اور یہ وہ مکاشفہ ہے جو کوئی ایسی شان نہیں چھوڑتا جو لذت حاصل کرنے کی طرف اشارہ کرے، کسی مقام پہ ٹھہر جانے کی پناہ لے یا کسی نشان پر روک دے۔

اور اس مکاشفہ کی انتہا مشاہدہ ہے۔

باب المشاهدة

قال الله تعالىٰ (اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ)

المشاهدة: سقوط الحجاب بنا، وهي فوق المكاشفة، لانّ المكاشفة ولاية النعت، وفيها شيءٌ من بقايا الرسم، والمشاهدة ولاية العين أو الذات، وهي على ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولىٰ: مشاهدة معرفة: تجري فوق حدود العلم في لوائح النور، منيحة بفناء الجمع۔ الدرجة الثانية مشاهدة معاينة، تقطع حبال الشواهد، وتلبس نعوت القدس، وتخرس السنة الاشارات۔ الدرجة الثالثة مشاهدة جمع، تجذب الى عين الجمع، مالكةٌ لصحة الوارد، راكبة بحر الوجود۔

بابِ مشاہدہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ۔ (ق:37)

بیشک اس میں نصیحت ہے اس کیلئے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور وہ متوجہ ہو۔

مشاہدہ: اس سے مراد ہے حجاب کو خوب طرح ساقط کر دینا اور یہ مکاشفہ سے فوقیت رکھتا ہے کیونکہ مکاشفہ میں ولایتِ نعت نصیب ہوتی ہے اور اس میں کچھ نشان باقی رہ جاتے ہیں اور مشاہدہ میں ولایتِ عین یا ذات نصیب ہوتی ہے۔

اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: مشاہدہ ء معرفت ہے یہ نورِ وجود کی لوائح میں حدودِ علم سے بالا ہوتا ہے اور جمع کے میدان میں جا بیٹھتا ہے۔

دوسرا درجہ: مشاہدۂ معاینہ ہے یہ شواہد کی ڈوریاں کاٹ دیتا ہے اور قدس کی صفات کا لباس پہنا دیتا ہے اور اشارات کی زبان کو گنگ کر دیتا ہے۔

تیسرا درجہ: مشاہدۂ جمع ہے۔ یہ عینِ جمع کی طرف کھینچتا ہے، وارد ہونے والی (باطنی کیفیت) کی صحت کا مالک ہوتا ہے اور بحرِ وجود کا سوار ہوتا ہے

باب المعاینة

قال الله تعالیٰ (اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ) المعاینة ثلاث، احداها: معاینة الابصار۔ والثانیة معاینة عین القلب، وهی معرفة الشیء علیٰ نعته علمًا یقطع الریبة، ولا یشوبه حیرةٌ، وهذا معاینةٌ بشواهد العلم۔ والثالثة معاینة عین الروح، وهی التی تعاین الحق عیانًا محضًا، والارواح انّما طهرت وأكرمت بالبقاء لتعاین سنا الحضرة، وتشاهد بها العزّة، وتجذب القلوب الیٰ فناء الحضرة۔

بابِ معائنہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ۔ (فرقان:45)

کیا آپ نے نہیں دیکھا اپنے رب کی طرف کہ اس نے کیسے سائے کو پھیلا دیا۔

معائنہ: اس کی تین اقسام ہیں۔

پہلی قسم: معائنہ ابصار ہے۔

دوسری قسم: عینِ قلب کا معائنہ ہے۔ یہ کسی چیز کی صفت کو علم کے لحاظ سے یوں پہچان

لینا ہے کہ وہ شک وشبہ کو ختم کر دے اور اس میں کسی قسم کی حیرت کی آمیزش نہ ہو اور یہ شواہدِ علم کا معائنہ ہے۔

تیسری قسم: عینِ روح کا معائنہ ہے۔ یہ حق کو بغیر کسی کھوٹ کے واضح دیکھ لینا ہے اور روحیں اسی لیے پاکیزہ بنیں اور بقا سے معزز ہوئیں تا کہ بارگاہ کی چمک دیکھ سکیں، عزت کی رونق کا مشاہدہ کر سکیں اور دلوں کو بارگاہ کے میدان تک لے جائیں۔

باب الحیاۃ

قال اللہ تعالیٰ (اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ) اسم الحیاۃ فی ھٰذا الباب، یشار بہ الیٰ ثلاثۃ اشیاء۔ الحیاۃ الاولیٰ حیاۃ العلم من موت الجھل، ولھا ثلاثۃ أنفاسٍ؛ نفس الخوف، ونفس الرجاء، ونفس المحبّۃ۔ والحیاۃ الثانیۃ حیاۃ الجمع من موت التفرقۃ، ولھا ثلاثۃ أنفاسٍ؛ نفس الاضطرار، ونفس الافتقار، ونفس الافتخار۔ والحیاۃ الثالثۃ حیاۃ الوجود، وھی حیاۃٌ بالحق، ولھا ثلاثۃ أنفاس، نفس الھیبۃ وھو یمیت الاعتلال، ونفس الوجود وھو یمنع الانفصال، ونفس الانفراد وھو یورث الاتصال، ولیس وراء ذالك ملحظ للنظارۃ ولا طاقۃ للاشارۃ۔

بابِ حیات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ۔ (انعام:122)

کیا وہ جو مردہ تھا پس ہم نے اسے زندہ کر دیا۔

اس باب میں حیات سے تین چیزوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

پہلی حیات: موتِ جہالت سے علم کی حیات ہے۔ اس کے تین انفاس ہیں۔ ۱۔ نفسِ خوف ۲۔ نفسِ رجاء ۳۔ نفسِ محبت

دوسری حیات: موتِ تفرقہ سے جمع کی حیات ہے۔ اس کے بھی تین انفاس ہیں ۱۔ بے قراری ۲۔ محتاجی ۳۔ نازمندی

تیسری حیات: حیاتِ وجود ہے یہ حیات بالحق کا نام ہے۔اس کے تین انفاس ہیں ا۔ نفسِ ہیبت؛ یہ علتوں کو موت دے دیتا ہے ۲۔نفسِ وجود: یہ انفصال (جدائی) کو ختم کر دیتا ہے ۳۔نفسِ انفراد: یہ اتصال سے نوازتا ہے۔اس کے بعد کوئی جائے نظارا ہے اور نہ ہی طاقتِ اشارہ۔

باب القبض

قال الله تعالىٰ (ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا) القبض فى هٰذا الباب اسمٌ يشار به الى مقام الضنائن، الذين ادّخرهم الحق عزّ وجلّ اصطناعًا لنفسه، وهم ثلاث فرقٍ، فرقةٌ: قبضهم الحق اليه قبض التوفّى، فأخفاهم عن أعين العالمين، وفرقةٌ: قبضهم بسترهم فى لباس التلبيس وأسبل عليهم كلة الرسوم، فأخفاهم عن عيون العالمين، وفرقةٌ: قبضهم منهم اليه، فصافاهم مصافاة سترٍ، فضنّ بهم عليهم۔

بابِ قبض

حلِّ لغت: ضنائن مخلوقِ خدا سے خاص لوگ۔اصطناعاً کسی چیز کی تیاری کرنے یا بنانے کا حکم دینا۔تلبیس خلط ملط کرنا، عیب چھپانا۔کلۃ باریک پردہ مصافاۃ خالص محبت کرنا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا۔(فرقان:46)

پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف کھینچا۔

قبض: اس باب میں قبض ایسا اسم ہے جس کے ذریعے خاصانِ خلقِ خدا کے ایک مقام کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔اور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حق عزَّ وجل نے اپنی ذات کے لیے تیار کیا ہے ان کے تین گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے پورا پورا اپنے لیے بنا رکھا ہے اور انہیں عالمیں کی نگاہوں سے چھپا رکھا ہے۔

دوسرا گروہ: یہ ایسا گروہ ہے جنہیں لباسِ تلبیس (چھپا دینے کے لباس) میں ڈھانپ کر قبضے میں لے لیا ہے اور ان پر رسوم کا باریک پردہ پڑا ہوا ہے اور انہیں عالمین کی نگاہوں

سے مخفی کرر کھا ہے۔

تیسرا گروہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی ذاتوں سے بیگانہ کر کے اپنا بنا رکھا ہے اور خالص محبت کے پردے میں ڈھانپ کر ان سے خالص محبت فرمائی ہے اور انہیں اپنی ذاتوں پہ بخیل بنا دیا ہے۔

باب البسط

قال الله تعالیٰ (يَذۡرَؤُكُمۡ فِيهِۚ) البسط: ان يرسل شواهد العبد فی مدارج العلم، ويسبل علیٰ باطنه رداء الاختصاص، وهم اهل التلبيس، وانّما بسطوا فی ميدان البسط لأحد ثلاثة معان، لكل معنى طائفة، فطائفة بسطت رحمةً للخلق يباسطونهم ويوأنسونهم فيستضيئون بنورهم، والحقائق مجموعةٌ والسرائر مصونةٌ وطائفةٌ بسطت لقوّة معانيهم وتصميم مناظرهم، لانّهم طائفةٌ لا تخالج الشواهد مشهودهم ولا تفرّق رياح الرسوم موجودهم، فهم منبسطون فی قبضة القبض، وطائفة بسطت أعلامًا علیٰ الطريق دائمةً للهدیٰ، ومصابيح للسالكين،

بابِ بسط

حل لغت: تصمیم بہرا کرنا، کسی آدمی کا اپنے ارادے پر چلنا اور منع کرنے والے کی بات پہ دھیان نہ دینا تخالج کسی امر کا دل کو فکر و سوچ میں الجھا دینا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يَذۡرَؤُكُمۡ فِيهِۚ ۔ (شوریٰ:11)

اس (جوڑا ہونے) سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے

بسط: اس سے مراد ہے کہ بندے کے شواہد کو مدارجِ علم میں بھیج دیا جائے اور اس کے باطن پر اختصاص کی چادر ڈال دی جائے اور اس طرح کے لوگ اہلِ تلبیس کہلاتے ہیں۔ اور میدانِ بسط میں انہیں تین معانی میں سے ایک کے لیے پھیلایا گیا ہے اور ہر معنی کے لیے الگ الگ گروہ ہے۔

پہلا گروہ: انہیں خلقِ خدا کے لیے سراپا رحمت بنا کے پھیلایا گیا ہے۔ وہ لوگوں سے

بڑی کشادگی سے پیش آتے ہیں، ان سے انس کرتے ہیں اور لوگ ان سے ضیا پاتے ہیں اور حقائق جمع ہیں اور راز محفوظ ہیں۔

دوسرا گروہ: انہیں اپنے معانی کی قوت اور اپنے مناظر کے پختہ ہونے کے باعث پھیلایا گیا ہے کیونکہ یہ وہ گروہ ہے کہ ان کے شواہد ان کے مشہود میں کسی قسم کا الجھاؤ پیدا نہیں کرتے اور رسوم کی ہوائیں ان کے موجود میں تفرقہ نہیں ڈالتیں۔ المختصر یہ لوگ قبضہ قبض (یعنی انہیں حالت قبض میں مبتلا نہیں کیا گیا) میں خوش رہ رہے ہوتے ہیں۔

تیسرا گروہ: یہ لوگ راہِ حق پہ ہدایت کے لیے ہمیشہ پرچم کی طرح لہرا رہے ہوتے ہیں اور سالکین کے لیے فروزاں چراغ ہیں۔

باب السکر

قال الله تعالیٰ حاکیًا عن کلیمہٖ (قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ) السکر فی ھٰذا الباب؛ اسمٌ یشار بہٖ الیٰ سقوط التمالك فی الطرب، وھٰذا من مقام المحبّین خاصة، فاِنّ عیون الفناء لا تقبلہٗ، ومنازل العلم لا تبلغہٗ، وللسکر ثلاث علاماتٍ، الضیق عن الاشتغال بالخبر والتعظیم قائم، واقتحام لجّة الشوق والتمکن دائم، والغرق فی بحر السرور والصبر ھائمٌ وماسویٰ ھٰذا فحیرةٌ تنحلّ اسم السکر جھلاً اوْ ھیانٌ یسمّیٰ باسمہٖ جورًا، وما سویٰ ذالك فکلّہٗ یناقض البصائر، کسکر الحرص، وسکر الجھل، وسکر الشھود۔

بابِ سکر

حل لغت: الطرب خوشی یا غم سے جھومنا ھائم محبت کرنے والا، آوارہ پھرنے والا، پیاسا

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والسلام کی بات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ۔ (اعراف:143)

آپ نے عرض کیا میرے رب مجھے دیکھادے میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔

سکر: حالتِ طرب میں خودرفتہ ہوجانے کا نام ہے اور یہ محبین کے خاص مقامات میں سے ہے کیونکہ فنا کی آنکھیں اسے قبول نہیں کرتیں اور منازلِ علم کی یہاں تک رسائی نہیں۔
سکر کی تین علامات ہیں۔

۱۔خبر میں مشغول ہونے سے تنگی محسوس کرنا اوراس کے ساتھ ساتھ تعظیم برقرار رہے۔
۲۔شوق کی گہرائی میں گھس جانا اور اس کے ساتھ ساتھ تمکن (قرار پزیر ہونے) میں ہیشگی رہے۔

۳۔بحرِ سرور میں غرق ہوجانا اوراس کے ساتھ ساتھ صبر بھی پھر رہا ہو۔

علاوہ ازیں حیرت ہے جسے جہالت کے باعث سکر کا نام دے دیا جاتا ہے یا وہ ایسی وارفتگی ہے جس کو اس کے اپنے نام میں جور وستم کہا جاتا ہے۔اوراس کے علاوہ جو کچھ ہے اسے بصیرتیں تسلیم نہیں کرتیں جیسا کہ سکرِ حرص، سکرِ جہالت اور سکرِ شہوت ہے۔

باب الصحو

قال تعالیٰ (حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ) الصحو: فوق السکر، وھو یناسب مقام البسط، والصحو مقام صاعد عن الانتظار مغنٍ عن الطلب، طاھر من الحرج، فإنّ السکر انّما ھو فی الحق، والصحو انّما ھو بالحق، وکلّ ما کان فی عین الحق لم یخلِ عن حیرةٍ، ولا حیرة الشبھة بل حیرة فی مشاھدة أنوار العزّة، وما کان بالحق لم یخل من صحة، ولم یخف علیه من نقیصة ولم تتعاوره علّة، والصحو من منازل الحیاة وأودیة الجمع ولوائح الوجود۔

بابِ صحو

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ ۔(سبا:23)

یہاں تک کہ جب (شفاعت کرنے والوں کو) ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور فرما دی جاتی ہے ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔تمہارے رب نے کیا حکم دیا انہوں نے کہا کہ حق

فرمایا (یعنی اذنِ شفاعت مل گیا)۔

صحو: یہ سکر سے بالاتر ہے اور یہ مقامِ بسط کے مناسب ہے اور یہ ایسا مقام ہے جو انتظار سے بلند، بے نیاز گرِ طلب اور حرج سے پاک کرنے والا ہے۔ بلاشبہ سکر حق میں اور صحو حق کے ساتھ ہوتا ہے اور جو چیز عینِ حق میں ہو وہ حیرت سے خالی نہیں نیز اس سے مراد شبہ کی حیرت نہیں بلکہ انوارِ عزت کے مشاہدے میں حیرت ہے اور جو چیز حق کے ساتھ ہو وہ یقیناً درست ہی ہے اس میں کسی نقصان کا ڈر نہیں اور اسے کوئی علت افسردہ نہیں کرتی اور صحو منازلِ حیات، جمع کی وادیوں اور وجود کی لوائح (تختیوں) میں سے ہے۔

باب الاتصال

قال اللہ تعالیٰ (ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى) اِیاس العقول، فقطع البحث بقولہٖ (أو ادنٰی)، الاتصال ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولٰی اتصال الاعتصام، ثم اتصال الشهود، ثم اتصال الوجود۔ فاتصال الاعتصام: تصحیح القصد، ثمّ تصحیح الارادة، ثمّ تحقیق الحال، والدرجة الثانیة اتصال الشهود وهو الخلاص من الاعتلال، والغنٰی عن الاستهلال، وسقوط شتات الاسرار، والدرجة الثالثة اتصال الوجود، وهٰذا الاتصال لا یدرك منه نعتٌ ولا مقدارٌ الّا اسم معار ولمح الیه مشار۔

بابِ اتصال (ملنا)

حلِ لغت: ایاس ناامید کرنا۔ اعتلال مشغول ہونا، مریض ہونا۔ استہلال لوگوں کا پہلی رات کا چاند دیکھنا، آسمان کا پہلی بارش برسانا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ﴿۹﴾ ۔ (نجم)

پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا تو دو کمانوں یا اس سے بھی کمتر فاصلہ رہ گیا۔ خداوند تعالیٰ نے عقول کو مایوس کرتے ہوئے (أو ادنٰی) کے فرمان سے اس بحث کو ختم فرمایا۔

اتصال کے تین درجات ہیں: ۱۔ اتصالِ اعتصام ۲۔ اتصالِ شہود ۳۔ اتصالِ وجود

پہلا درجہ: اتصالِ اعتصام سے مراد قصد کا صحیح کرنا پھر ارادے کا صاف کرنا پھر حال کی تحقیق کرنا ہے۔

دوسرا درجہ: اتصالِ شہود سے مراد علتوں سے نجات پانا ہے، چاندرات کے انتظار سے غنی ہونا ہے اور اسرار کے بکھرے ہونے کا ختم ہونا ہے۔

تیسرا درجہ: اتصالِ وجود ہے۔ اس کی تعریف اور نہ ہی اس کی مقدار کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔ بس اس کا ایک عاریتاً لیا گیا نام ہے اور چمک ہے جس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

باب الانفصال

قال اللہ تعالیٰ (وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ) لیس فی المقامات شیءٌ فیه من التفاوت ما فی الانفصال، ووجوهه ثلاثةٌ۔ الاوّل انفصالٌ هو شرطُ الاتصال، وهو الانفصال عن الکونین بانفصال نظرك الیهما، وانفصال توقّفك علیهما، وانفصال مبالاتك بهما، الثانی انفصالٌ عن رؤیة الانفصال الذی ذکرنا، وهو ان لا یتراءیٰ عندك فی شهود التحقیق شیءٌ، بوصل بالانفصال منهما الیٰ شیء۔ الثالث انفصالٌ عن الاتصال، وهو انفصالٌ عن شهود مزاحمة الاتصال عین السبق، فانّ الاتصال والانفصال علیٰ عظم تفاوتها فی الاسم والرسم فی العلة سیّان۔

باب انفصال (جدا ہونا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ۔ (آلِ عمران: 28)

اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔

مقامات میں سے انفصال میں جتنا تفاوت ہے اتنا کسی اور میں نہیں۔ اس کی تین وجوہات ہیں۔

اوّل: ایسا انفصال جو شرطِ اتصال ہے۔ یہ کونین سے نظریں چرا کر جدا ہونا ہے، ان پر توقف کرنے سے منفصل ہونا ہے اور ان کی طرف دھیان دینے سے جدا ہونا ہے۔

دوم: مذکورہ بالا انفصال کی رؤیت سے جدا ہونا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ شہودِ تحقیق (حقیقت کو دیکھنا) میں کسی اور چیز کو نہ دیکھا جائے۔ ان دونوں (درجات) سے جدائی کے ذریعے کسی اور چیز تک پہنچا جاتا ہے۔

سوم: اتصال سے انفصال ہے۔ پہلے سے لکھی گئی تقدیر کے عین سے اتصال کی مزاحمت کے دیکھنے سے الگ ہونا ہے۔ کیونکہ اتصال و انفصال اپنے اپنے نام و رسم میں بہت بڑے فرق کے باوجود علت میں برابر ہیں۔

واماّ قسم النهايات

فهو عشرة أبواب؛ وهی المعرفة، والفناء، والبقاء، والتحقيق، والتلبيس، والوجود، والتجريد، والتفريد، والجمع، والتوحيد

اقسامِ نہایات

یہ دس ابواب ہیں۔ معرفت، فنا، بقا، تحقیق، تلبیس، وجود، تجرید، تفرید، جمع، توحید

باب المعرفة

قال الله تعالیٰ (وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ) المعرفة احاطة بعين الشیء كما هو، وهی علیٰ ثلاث درجاتٍ، والخلق فيها علیٰ ثلاث فرقٍ، الدرجة الاولیٰ؛ معرفة الصفات والنعوت، وقد وردت أساميها بالرسالة وظهرت شواهدها فی الصيغة، بتبصير النور القائم فی السر، وطيب حياة العقل بزرع الفكر، وحياة القلب بحسن النظر بين التعظيم وحسن الاعتبار، وهی معرفة العامة الّتی لا تنعقد شرائط اليقين الا بها وهی علی ثلاثة اركانٍ۔ احدها اِثباتُ الصفةباسمها من غير تشبيهٍ، ونفی التشبيه عنها من غير تعطيلٍ والاياس من ادراك كنهها وابتغاءِ تأويلها، والدرجة الثانية معرفة الذات مع اسقاط التفريق بين الصفات والذات، وهی تثبت بعلم الجمع وتصفو فی ميدان الفناء، وتستكمل بعلم البقاء، وتشارفُ بعين الجمع۔ وهی ثلاثة اركانٍ؛ ارسالُ الصفات علیٰ الشواهد وارسال الوسائط علَى المدارج، وارسالُ العباراتِ علَى المعَالَم وهی معرفةُ الخاصةِ الّتی تُؤنِسُ مِن أُفقِ الحقِيْقَةِ۔ والدرجة الثالثة معرفةٌ مستغرقةٌ فی محض التعريف لا يوصل اليها الاستدلال، ولا يدلّ عليها شاهد، ولا تستحقها وسيلة، وهی علیٰ ثلاثة أركانٍ؛ مشاهدة القلوب، والصعود عن العلم، ومطالعة الجمع، وهی معرفة خاصة

الخاصة۔

بابِ معرفت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّۚ ۔(مائدہ:83)

اور جب سنتیں ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف نازل کیا گیا تو حق سے جوانہوں نے پہچان لیا ہے کے باعث آپ دیکھیں گے ان کی آنکھوں کو کہ آنسو برسا رہی ہیں۔

معرفت: عینِ شئ کا یوں احاطہ کرنا ہے کہ جس طرح وہ ہو۔ اس کے تین درجات ہیں اور اس میں مخلوق کے تین گروہ ہیں۔

پہلا درجہ: یہ صفتوں اور نعتوں کی پہچان حاصل کرنا ہے اور پیغام رسالت علیٰ صاحبہا الصلوات والسلام میں ان کے اسما آئے ہوئے ہوئے ہیں اور صیغہ میں انہیں پہچانا جا چکا ہے۔ نیز نورِ قائم کا نہاں خانہء راز میں بینائی کو روشن کرنے، حیاتِ عقل کا فکر کی کھیتی میں خوشگوار ہونے اور حسنِ اعتبار و تعظیم کے مابین حسنِ نظر سے دل کے زندہ ہونے کی بدولت صفات کے شواہد بناوٹ میں ظاہر ہو گئے ہیں۔ یہ عام لوگوں کی معرفت ہے اور شرائطِ یقین اسکے بغیر منعقد نہیں ہو پاتیں۔ اس کے تین ارکان ہیں

ا۔ صفت کو بغیر کسی تشبیہ کے اپنے اسم سے ثابت کرنا ۲۔ صفت کی تعطیل (بے عمل کر دینا) کے بغیر اس سے تشبیہ کی نفی کرنا ۳۔ صفت کی حقیقت کے ادراک اور اس کی تاویل کر سکنے سے مایوس ہو جانا۔

دوسرا درجہ: اس سے مراد صفتوں اور ذات کے درمیان تفریق کو ختم کرتے ہوئے معرفتِ ذات حاصل کرنا ہے۔ یہ علمِ جمع سے ثابت ہوتی ہے، میدانِ فنا میں صاف ہوتی ہے، علمِ بقا سے مکمل ہوتی ہے اور جمع کی آنکھ سے دیکھتی ہے۔

اس کے تین ارکان ہیں: ا۔ صفات کو شواہد پہ پیش کرنا ۲۔ واسطوں کو مدارج پہ پیش کرنا

۳۔عبارات کونشانیوں پہ پیش کرنا۔ یہ خاص لوگوں کی معرفت ہے جوافقِ حقیقت سے مانوس ہے۔

تیسرا درجہ: ایسی معرفت جو خالص پہچان میں مستغرق ہو اور یہاں تک استدلال کی رسائی نہیں، کوئی دلیل اس پہ راہنمائی نہیں کرتی اور کوئی وسیلہ اس کا حقدار نہیں۔

اس کے تین ارکان ہیں۔ ۱۔دلوں کا مشاہدہ کرنا ۲۔علم سے آگے گزر جانا ۳۔جمع کا مطالعہ کرنا اور یہ خواص میں سے بھی خاص لوگوں کی معرفت ہے۔

باب الفناء

قال اللہ تعالیٰ (كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝)

الفناء فی ھٰذا الباب: اضمحلالٌ مادون الحق علمًا، ثمّ جحدًا، ثمّ حقًا، وھو علی ثلاث درجاتٍ۔ الدرجة الاولیٰ فناء المعرفة فی المعروف وھو الفناء علمًا، وفناء العیان فی المعاین وھو الفناء جحدًا وفناء الطلب فی الوجود وھو الفناء حقًا۔ والدرجة الثانیة فناء شھود الطلب لاسقاطہٖ، وفناء شھود المعرفة لاسقاطھا، وفناء شھود العیان لاسقاطہٖ۔ والدرجة الثالثة الفناء عن شھودا لفناء، وھو الفناء حقًا، شائمًا برق العین، راکبًا بحر الجمع، سالکًا سبیل البقاء۔

بابِ فنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝۔(رحمٰن)

جو کچھ اس (زمین) پہ ہے فانی ہے اور عزت وجلال والے رب کی ذات ہی باقی رہے گی۔

اس باب میں فنا سے مراد حق کے علاوہ سب کچھ کا علم کے لحاظ سے پھر انکار کے لحاظ سے اور پھر حقیقتاً ختم ہو جانا ہے۔اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: معرفت کا معروف (جس کی پہچان حاصل کی گئی ہو) میں فنا ہونا اور یہ علم

کے لحاظ سے فنا ہے، آنکھوں کے دیکھنے کا دِکھائی دینے والے میں فنا ہونا یہ انکار کے لحاظ سے فنا ہے اور وجود میں طلب کا فنا ہونا ہے۔

دوسرا درجہ: طلب کو ساقط کرنے کے لیے شہودِ طلب کا فنا ہونا، معرفت کو ساقط کرنے کے لیے شہودِ معرفت کا فنا ہونا اور آنکھوں سے دیکھنے کو ساقط کرنے کے لیے شہودِ عیان (آنکھوں کے دیکھنے) کا فنا ہونا ہے۔

تیسرا درجہ: عین کی بجلیاں چمکنے کی سمت کو دیکھتے ہوئے اور جمع کے سمندر پہ سوار ہوتے ہوئے اور راہِ بقا میں چلتے ہوئے شہودِ فنا سے بھی فنا ہے۔ اور یہی حقیقت میں فنا ہے۔

باب البقاء

قال الله تعالیٰ (وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى) البقاء: اسمٌ لما بقی قائمًا بعد فناء الشواهد وسقوطها وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ، الدرجة الاولیٰ بقاء المعلوم بعد سقوط العلم عینًا لا علمًا۔ والدرجة الثانیة بقاء المشهود بعد سقوط الشهود وجودًا لا نعتًا۔ والدرجة الثالثة بقاء من لم یزل حقًا، باسقاط من لم یکن محوًا۔

بابِ بقا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔ (طٰہٰ:73)

اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

بقا: شواہد کے فنا اور ان کے سقوط کے بعد جو قائم رہے اس کا نام ہے۔ اور اس کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: سقوطِ علم کے بعد معلوم کا علمی طور پہ نہیں بلکہ عینی طور پہ باقی رہنا ہے۔

دوسرا درجہ: سقوطِ شہود کے بعد مشہود کا صرف بیانی طور پہ نہیں بلکہ وجودی طور پہ باقی ہونا ہے۔

تیسرا درجہ: غیر ازلی (جو نہ تھا) کو مٹاتے ہوئے ساقط کرنے کے بعد ازلی کو حقیقتاً باقی رکھنا ہے۔

باب التحقيق

قال الله تعالیٰ (اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ) التحقيق: تلخيص مصحوبك من الحق، ثمّ بالحق ،ثمّ في الحق، وهٰذا اسماء درجاتٍ ثلاثٍ، أمّا الدرجة الاولىٰ تلخيص مصحوبك من الحق، وأنْ لا يخالج علمك علمهٗ۔ وامّا الدرجة الثانية فانْ لا ينازع شهودك شهودهٗ۔ وامّا الدرجة الثالثة فان لا يناسم رسمك سبقهٗ فتسقط الشهادات، وتبطل العبارات، وتفنى الاشارات۔

بابِ تحقیق

ارشادِ باری تعالیٰ ہیں: اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ۔(بقرہ:260) کیا تمہیں یقین نہیں ؟ عرض کیا (حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے) کیوں نہیں! لیکن تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

تحقیق: ۱۔اپنی ذات کو حق سے خالص کرنا ہے ۲۔ پھر حق کے ساتھ خالص کرنا ہے ۳۔ پھر حق میں خالص کرنا ہے اور یہ تین درجات کے نام ہیں۔

پہلا درجہ: اپنی ذات کو حق سے خالص کرنا اور یہ کہ تیرا علم اس کے علم کے ساتھ الجھاؤ نہ کرے۔

دوسرا درجہ: تیرا شہود اس کے شہود سے جھگڑا نہ کرے۔

تیسرا درجہ: تیرا رسم (نشان) اس کی شانِ سبقت سے قریب نہ ہونے پائے پھر شہادات ساقط ہو جاتی ہیں، عبارات باطل ہو جاتی ہیں اور اشارات فنا ہو جاتے ہیں۔

باب التلبيس

قال الله تعالیٰ (وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ) التلبيس: توريةٌ بشاهدٍ معارٍ عن موجودٍ قائمٍ، وهو اسمٌ لثلاثة معانٍ۔ اوّلها: تلبيس الحق بالكون على أهل التفرقة، وهو تعليقهٗ الكوائنَ بالاسباب والاماكن والأحايين وتعليقهٗ

المعارفَ بالوسائط والقضايَا بالحجج، والاحكامَ بالعِلَلِ والانتقامَ بالجِنَايَاتِ، والمثوبةَ بالطَّاعَاتِ، واخفَى الرِضا والسخط اللذَيْنِ يوجبان الوصل والفصلَ، ويظهران السعادة والشقاوة۔ والتلبيسُ الثانى تلبيسُ اهلِ الغيرةِ علَى الاوقات باِخفائها وعلَى الكرامات بكتمانها، والتلبيس بالمكاسب والاسباب والتعلقِ الظاهرِ بالشواهد والمكاسب، تلبيسًا علَى العيون الكليلة والعقولِ العَليةِ مع تصحيحِ التحقيقِ عقدًا وسلوكًا ومعاينة، وهٰذه الطائفة رحمة من الله تعالیٰ علی اهل التفرقة والاسباب فی ملابستهم۔ والتلبيسُ الثالثُ تلبيسُ اهلِ التمكين علَى العالم ترحّما عليهم بملابسة الاسباب توسّعا علَى العالم لا لِانفسهم، وهذهٖ درجة الانبياء صلوات الله وسلامهٗ عليهم اجمعين، ثمّ للأئِمّة الربّانيّين الصادرين عن وادی الجمع، والمشيرين عن عينهٖ۔

بابِ تلبیس (جامہ پوشیدن)

حلِ لغت: توریہ۔ چھپانا، عن کذا حقیقت کو چھپانا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ۔ (انعام:9)

ہم ان پر وہی شبہ وارد کر دیتے جو شبہ وہ کر رہے ہیں

تلبیس: شاہد معار (عارضی) کے ذریعے موجود قائم کی حقیقت کو چھپا دینا ہے اور یہ تین معانی کے لیے ہے۔

پہلا معنی: حق کو کائنات کے ذریعے اہلِ تفرقہ سے چھپانا ہے اور اس سے مراد حق کا کائنات کے امور کو اسباب، جگہوں اور اوقات کے ساتھ معلق کرنا ہے۔ نیز معرفتوں کا واسطوں سے، فیصلوں کا دلیلوں سے، احکام کا علتوں سے، انتقام کا جنایات (جرموں) سے اور ثواب کا طاعتوں سے معلق کرنا ہے۔

اور اس رضا و ناراضگی کو مخفی رکھا ہے جو وصل و فصل کا سبب ہیں اور سعادت و شقاوت کو ظاہر کرتے ہیں۔

دوسری تلبیس: اس سے مراد اہلِ غیرت کا اوقات کو مخفی کرنا اور کرامات کو چھپانا ہے اور اس سے مراد وہ تلبیس بھی ہے جو مکاسب (کارناموں) اور اسباب کے ساتھ ہے اور شواہد و کارناموں کے ساتھ ظاہری تعلق کے ذریعے ہے۔

اور یہ تلبیس درماندہ نگاہوں اور بیمار ذہنوں پہ ہوتی ہے اور اسکے ساتھ ساتھ عہد و پیمان، سلوک اور معائنے کے لحاظ سے تحقیق کو درست رکھا جاتا ہے اور یہ طائفہ اہلِ تفرقہ و اسباب پر ان کی ملابست میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔

تیسری تلبیس: اس سے مراد وہ تلبیس ہے جو اہلِ تمکین کا اسباب کو اپناتے ہوئے جہاں والوں پہ رحم اور فراخی کے اظہار کے لیے ہوتی ہے نہ کہ وہ اپنے لیے ایسا کرتے ہیں۔

اور یہ انبیا علیہم الصلوات والسلام کا درجہ ہے پھر وادیٔ جمع سے نکلنے والے اور اس کے عین کی طرف اشارہ کرنے والے ائمہ ربانیین کا درجہ ہے

باب الوجود

قد اطلق الله عزّوجلّ فی القرآن الکریم اسمَ الوجود علیٰ نفسہٖ فی مواضعَ فقال (یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا، وَّ وَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ، لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا)

الوجود؛ اسمٌ للظفرِ بحقیقة الشیء، وھو اسم لثلاثة معانٍ۔ الاوّل وجودُ علمٍ لدنّیٍ، بقطع علوم الشواھد فی صحة مکاشفة الحق ایّاك۔ الثانی وجود الحق وجود عین، منقطعًا عن مساغ الاشارة۔ الثالث وجود مقام اضمحلالٍ، رسم الوجود فیه بالاستغراق فی الازلیّة۔

بابِ وجود

حل لغت: مساغ گنجائش۔ اضمحلال نیست ہونا۔ رسم لکھنا

اللہ عزّ وجل نے قرآنِ مجید میں اسمِ وجود کو چند جگہوں پر اپنے لیے استعمال فرمایا ہے:

یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ (نساء: 110)۔ وہ اللہ کو غفور ورحیم پائے گا۔

وَّوَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ۔ (نور: 39)۔ اور اس نے اللہ کو اپنے ہاں پالیا۔

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (نساء:64)۔ تو وہ اللہ کو بہت ہی توبہ قبول فرمانے والا، مہربان پائیں گے۔

وجود: اس سے مراد کسی چیز کی حقیقت پہ کامیاب ہونا ہے اور یہ تین معانی کا نام ہے۔

پہلا معنی: علمِ لدنی کا پالینا ہے جو کہ حق تعالیٰ کا تجھے دیکھنے میں شواہد کے علوم کو ختم کردینا ہے۔

دوسرا معنی: اشارہ کی گنجائش سے منقطع ہوتے ہوئے حق کو وجودِ عین سے پالینا ہے۔

تیسرا معنی: مقامِ اضمحلال (نیست ہونا) کو پالینا ہے اور اس میں رسمِ وجود اس طرح ہو کہ ازلیت میں استغراق ہو۔

باب التجريد

قال الله تعالىٰ (فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ) التجريد: انخلاعٌ عن شهود الشواهد، وهو على ثلاثِ درجاتٍ۔ الدرجة الاولىٰ تجريد عين الكشف عن كسب اليقين۔ الدرجة الثانية تجريد عين الجمع عن درك العلم۔ الدرجة الثالثة تجريد الخلاص عن شهود التجريد۔

بابِ تجرید

حل لغت: الخلاص۔ کھوٹ سے خالص ہونا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ۔ (طٰہٰ:12)

پس آپ اپنے دونوں جوتے اتار دیجئے۔

تجرید: اس سے مراد شواہد کے مشاہدے سے نکل جانا ہے۔ اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ: کشف کو کسبِ یقین سے خالی کرنا ہے

دوسرا درجہ: عینِ جمع کو علم کے پالینے سے خالی کرنا ہے

تیسرا درجہ: اپنے کھرے پن کو تجرید کے مشاہدے سے خالی کرنا ہے۔

باب التفرید

قال اللہ تعالیٰ (وَيَعْلَمُونَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَالْحَقُّ الْمُبِيْنُ) التفرید اسم لتخلیص الاشارۃ الَی الحق، ثمّ بالحق ثمّ عن الحق، امّا تفرید الاشارۃ الَی الحق فعلٰی ثلاث درجاتٍ؛ تفرید القصد عطشًا، ثمّ تفرید المحبّۃ قلقًا، ثمّ تفرید الشھود اتّصالًا۔ وامّا تفرید الاشارۃ بالحق فعلٰی ثلاث درجاتٍ؛ تفرید الاشارۃ بالافتخار بوحًا، وتفرید الاشارۃ بالسلوک مطالعۃً، وتفرید الاشارۃ بالقبض غیرۃً۔ وامّا تفرید الاشارۃ عن الحق؛ فانبساطٌ ببسطٍ ظاھرٍ، یتضمن قبضًا خالصًا للھدایۃ الَی الحق والدعوۃ الیہ۔

بابِ تفرید

حلِ لغت: بوحاً۔ظاہر کرنا،ظاہر ہونا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَيَعْلَمُونَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَالْحَقُّ الْمُبِيْنُ۔ (نور:25)

اور وہ جانتے ہیں بیشک اللہ ہی واضح حق ہے۔

تفرید: اشارہ کو حق کی طرف، پھر حق کے ساتھ، پھر حق سے خالص کرنے کا نام ہے

۱۔تفرید الاشارہ الیٰ الحق

حق کی طرف اشارہ کی تفرید کے تین درجات ہیں۔۱۔ پیاسا بنتے ہوئے قصد کرنا ۲۔محبت کو دلی تڑپ رکھتے ہوئے خالص بنانا ۳۔شہود کو اتصال کے ساتھ خالص بنانا

۲۔تفرید الاشارہ بالحق

حق کے ساتھ اشارہ کی تفرید کے تین درجات ہیں۔۱۔اشارہ کا ظاہراًافتخار کے ساتھ منفرد ہونا ۲۔اشارہ کا مطالعہ کے باعث سلوک کے ساتھ منفرد ہونا ۳۔اشارہ کا غیرت کے باعث قلبی گھٹن کے ساتھ منفرد ہونا۔

۳۔تفرید الاشارہ عن الحق

حق سے تفریدِ اشارہ سے مراد وہ انبساط (کشادگی) ہے جس میں کشادگی واضح طور پر

جھلک رہی ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں حق کی طرف ہدایت اور اس کی طرف دعوت کی خاطر خالص قلبی گھٹن بھی پائی جاتی ہو۔

باب الجمع

قال اللہ تعالیٰ (وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى) الجمع: ما اسقَطَ التفرِقَةَ وَقَطَعَ الاِشَارَةَ، وَشَخَصَ عن الماء والطين بعد صحة التمكين والبراءة من التلوين، والخَلاصُ من شهود الثنوية، والتنافى من احساس الاعتلال والتنافى مِنْ شهود شهودها، وهو علیٰ ثلاث درجاتٍ: جمع علمٍ، ثمّ جمع وجودٍ، ثمّ جمع عينٍ۔ فامّا جمع العلم: فهو تلاشى نهاية الاتصال فى عين الوجود محقًا۔ وامّا جمع العين فهو تلاشى كلّ ما نقله الاشارة فى ذات الحق حقًا، والجمع غاية مقامات السالكين وهو طرف بحر التوحيد۔

بابِ جمع

حل لغت: شخص۔ اس نے دوسری چیز سے تمیز دی، الثنویۃ۔ دوئی، تلاشی معدوم ہو جانا۔ صرف خالص

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ (انفال:18)
اور آپ نے نہیں پھینکا (کنکریوں کو) جب پھینکا لیکن اللہ نے پھینکا۔

جمع: اس سے مراد وہ حالت رکیفیت ہے جو تفرقہ کو ساقط کر دے، اشارہ کو قطع کر دے، صحتِ تمکین کے بعد پانی اور مٹی سے ممتاز کر دے نیز یہ مختلف رنگینیوں سے آزاد ہونا ہے، دوئی کے مشاہدے سے نجات پانی ہے، علتوں کے احساس کی نفی کرنا ہے اور ان کے شہود کے شہود سے بھی نفی کرنا ہے۔ اور اس کے تین درجات ہیں ا۔ جمعِ علم ۲۔ جمع وجود ۳۔ جمعِ عین

ا۔ جمعِ علم: اس سے مراد علمِ شواہد کا خالص علمِ لدنی میں گم ہو جانا ہے

۲۔ جمعِ وجود: اس سے مراد اس امر کو حقیقت بنانا ہے کہ اتصال کی انتہا عین وجود میں معدوم ہو جائے

۳۔ جمعِ عین: اس سے مراد ہے کہ ہر وہ بات جسے اشارے نے معدوم کیا ہو وہ ذاتِ حق میں حقاً معدوم ہو جائے اور جمع سالکین کے مقامات کی انتہا ہے اور یہ توحید کے سمندر کا کنارہ ہے۔

باب التوحید

قال الله عزّوجلّ (شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ) التوحید؛ تنزیه الله تعالیٰ عن الحدث، وانّما نطق العلماء بما نطقوا به، واشار المحقّقون بما اشاروا الیه فی هٰذا الطریق، لقصد تصحیح التوحید، والتوحید علیٰ ثلاثة اوجهٍ، الوجه الاوّل توحید العامة؛ وهو الّذی یصحّ بالشواهد۔ والوجه الثانی توحید الخاصة، وهو الّذی یثبت بالحقائق۔ والوجه الثالث توحیدٌ قائمٌ بالقدم، وهو توحید خاصة الخاصة۔ فامّا التوحید الاوّل؛ فهو شهادة انْ لا اله الّا اللهوحدهٗ لا شریک لهٗ، الاحد الصمد الّذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لهٗ کفوًا احد، هٰذا هو التوحید الظاهر الجلی الّذی نفَی الشرک الاعظم، وعلیه نُصِبَتِ القبلة، وبه وَجَبَت الذّمَّةُ وبه حُقِنَت الدماء والاموال، وانفصلت دارالاسلام عن دارالکفر، وصحّت به الملّة من العامّة وانْ لم یقوموا بحق الاستدلال بعد اَنْ سَلِمُوْا من الشبهة والحیرةِ والریبةِ، وبصدق شهادةٍ صَحَّحها قبولُ القلب۔ هٰذا توحید العامّة الّذی یصحّ بالشواهد والشواهد هی الرسالة، والصنائع تجب بالسمع، وتوجد بتبصیر الحق تعالیٰ، وتنمو علیٰ مشاهدة الشواهد۔ وامّا التوحید الثانی الّذی یثبت بالحقائق؛ فهو توحید الخاصة، وهو اسقاط الاسباب الظاهرة، والصعود عن منازعات العقول وعن التعلّق بالشواهد، وهو انْ لا یشهد فی التوحید دلیلاً، ولا فی التوکّل سببًا، ولا فی النجاة وسیلةً، فیکون مشاهدًا سبق الحق تعالیٰ بحکمه وعلمه ووضعه الاشیاءَ مَوَاضِعَهَا، وَتَعْلِیْقِهٖ ایّاها بِاَحَایِیْنِها وَاِخْفَائِهٖ ایّاها فی رسومها، ویحقّق معرفة الْعِلَلِ وَیَسْلُکُ سَبِیْلُ اِسْقَاطِ الحدث هٰذا توحید الخاصة الّذی یصحّ بعلم الفناء

ویصفونی عِلْمِ الجمع، ویجذب الیٰ توحید ارباب الجمع۔ واما التوحید الثالث فهو توحیدٌ اختصهٗ الحق تعالیٰ لنفسہٖ واستحقهٗ لقدرہٖ، والاح منه لائحًا الیٰ اسرارِ طائفةٍ من صفوتہٖ واخرَسَهُم من نعتہٖ واعجزهم عن بثّہٖ، والّذی یشار بہٖ الیه عن السن المشیرین انّه اسقاط الحدث واثبات القِدم، وعلیٰ اَنَّ هٰذا الرمز فی ذٰلك التوحید علّة لا یصحّ ذٰلك التوحید الّا باسقاطها وهٰذا قطب الاشارة الیه علی السن علماء هٰذا الطریق، وانْ زخرفوا لهٗ نعوتا وفصلوه فصولاً، فاِنّ ذٰلك التوحید تزیده العبارة خفاءً، والصفة نورًا، والبسط صعوبةً، الیٰ هٰذا التوحید شخصَ اهلُ الریاضات وارباب الاحوال والمقامات، والیه قصد اهل التعظیم، وایّاه عنی المتکلّمون فی عین الجمع، وعلیه تصطلم الاشارات ثمّ لم ینطق عنه لسانٌ ولم تشر الیه عبارةٌ، فانّ التوحید وراء مایشیر الیه مکونٌ اوْ یتعاطاه حِیَزٌ او یقلّهٗ سببٌ، وقد اجبت فی سالف الزمان سائلاً سألنی عن توحید الصوفیة بهٰذِهِ القوَافِی الثلاث نظمًا؛

ما وُحّد الواحد من واحدٍ اذْ کلّ منْ وحّدهٗ جاحدٌ
توحید من ینطق عن نعتہٖ عبارةٌ ابطلها الواحد
توحیدهٗ ایّاه توحیدهٗ ونعت من ینعتهٗ لاحد

واللہ سبحانهٗ تعالیٰ اعلم

بحمد اللہ تمّ کتابة الکتاب علَی الکمبیوتر فی الیوم السابع مضی من الشهر الکریم الربیع الاوّل سنة ۱۴۴۰ من الهجرة موافقًا ۲۰۱۸/۱۱/۱۵م

بابِ توحید (یکتا کرنا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ (آلِ عمران:18)
اللہ نے گواہی دی کہ بیشک اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

توحید: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کو حدث سے پاک ماننا ہے اس بارے میں علما نے جو

کچھ بیان کیا ہے اور محققین نے جس طرف اشارہ کیا ہے اس میں ان کا قصد یہ تھا کہ توحید کی درستگی کر دی جائے اور اس کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ عام لوگوں کی توحید: یہ وہ ہے جو شواہد کے ساتھ درست ہو

۲۔ خاص لوگوں کی توحید: یہ وہ ہے جو حقائق کے ساتھ درست ہو

۳۔ خاص ترین لوگوں کی توحید: یہ وہ ہے جو قِدم (ازل) کے ساتھ قائم ہو

پہلی توحید: اس سے مراد اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس یکتا کا کوئی شریک نہیں، وہ ایسا یکتا اور بے محتاج ہے جس کی اولاد نہیں، اسے کسی نے جنم نہیں دیا اور کوئی ایک بھی اس کا ہم پلہ نہیں۔ یہ وہ ظاہر اور واضح توحید ہے جس نے شرکِ اعظم کی نفی کر دی، اسی توحید پہ قبلہ مقرر ہوا ہے، اسی کی بدولت بندہ ذمہءِ خدا میں آ جاتا ہے، اسی کی بدولت جان و مال محفوظ ہوتے ہیں، دارالاسلام اور دارالکفر جدا جدا ہوتے ہیں۔ اور ملت دیگر لوگوں سے جدا ہو جاتی ہے۔

یہ عام لوگوں کی توحید ہے جو شواہد کے ساتھ صحیح ہوتی ہے اور شواہد سے مراد رسالت اور وہ کاریگریاں ہیں جو سماعت (سننے) سے ثابت ہوتی ہیں، حق تعالیٰ جب بصیرت عطا فرماتا ہے تو پائی جاتی ہیں اور شواہد کے مشاہدے سے پروان چڑھتی ہیں۔

اور تصدیقِ قلبی کے ذریعے شک وشبہ اور حیرت سے محفوظ ہونے کے بعد اگرچہ یہ لوگ حقِ استدلال سے قائم نہ بھی ہوں (تب بھی کوئی حرج نہیں)

دوسری توحید: اس سے مراد وہ توحید ہے جو حقائق سے ثابت ہوتی ہے اور یہ خاص لوگوں کی توحید ہے۔ یہ اسبابِ ظاہری کو ساقط کرنا ہے نیز عقلی جھگڑوں اور شواہد کے ساتھ چمٹے رہنے سے بالاتر ہونا ہے۔

اور یہ اس طرح ہے کہ توحید میں کسی دلیل کو، توکل میں کسی سبب کو اور نجات میں کسی وسیلے کا مشاہدہ نہ کرے بالآخر بندہ حق تعالیٰ کے حکم، علم، اشیا کو اپنی جگہ رکھنے، انہیں اپنے اوقات کے ساتھ معلق کرنے، انہیں اپنی رسوم کے ساتھ معلق کرنے اور انہیں اپنی رسوم میں

مخفی کرنے میں اسی کی سابقیت کا مشاہدہ کرنے لگے گا اور علتوں کی تحقیق اور حدث کو ساقط کرنے کی روش پہ چل پڑے گا۔ یہ خواص کی توحید ہے جو علمِ فنا سے صحیح ہوتی ہے، علمِ جمع میں صاف ہوتی ہے اور اربابِ جمع کی توحید کی طرف کھینچتی ہے۔

تیسری توحید: یہ وہ توحید ہے جسے حق تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہے اور اس کی قدر و منزلت کے باعث اسے اپنا ہی حق قرار دیا ہے اور اپنے برگزیدہ گروہ کے اسرار کی طرف اس کی ایک چمک کو ظاہر فرمایا ہے پھر انہیں اس کے بیان سے گنگ کر دیا اور اس کے پھیلانے سے عاجز کر دیا۔

اشارہ کنندگان کی زبانی اس کے بارے میں جو اشارہ کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حدث (نور قدیم کے بعد کی تجلیات) کو ساقط کر دیا جائے اور قِدم کو ثابت کر دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ رمز (حدث) اس توحید میں ایک علت رکھتی ہے اور اس کے ساقط کیے بغیر یہ توحید درست نہیں ہو سکتی۔

اس طریق کے علما کی زبانی یہی بات اس توحید کی طرف اشارہ کے لیے اصل و مدار ہے اگرچہ انہوں نے اس بارے میں کئی تعریفوں کے موتی پروئے اور فصول تحریر کی ہیں۔

کیونکہ یہ وہ توحید ہے عبارت جسے مخفی کر دیتی ہے، بیان اس سے مزید دور کر دیتا ہے اور وضاحت مشکل پیدا کر دیتی ہے۔ اسی توحید کی طرف اہلِ ریاضات، احوال اور مقامات والے لوگوں کی نگاہیں اٹھی ہوئی ہیں، اسی کی طرف اہلِ تعظیم نے قصد کیا ہے، عینِ جمع میں متکلمین نے یہی مراد لی ہے اور اسی پہ آکر اشارات کا ٹکراؤ ہوا ہے پھر اس کے لیے زبان بولتی نہیں اور کوئی عبارت اشارہ نہیں کرتی کیونکہ یہ توحید اس سے ورا ہے کہ بنائی گئی مخلوق اس کے بارے اشارہ کرے، کوئی حد بندی اسے گھیر لے یا کوئی سبب اس میں کمی پیدا کرے۔ گزرے دنوں میں ایک سائل نے مجھ سے صوفیا کی توحید کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے ان تین اشعار میں جواب دیا

ما وُحِّد الواحدُ من احد　　　اذ کلّ من وحّدہٗ جاحد

توحید من ینطق عن نعتہ   عبارۃ   أبطلَها الواحد

توحیدہٗ ایّاہ توحیدہٗ   ونعت من ینعت لاحد

۱۔کسی ایک سے بھی اس واحد کے ایک ہونے کو بیان نہ کیا گیا کیونکہ جس کسی نے اسے ایک کہا اس نے انکار کیا

۲۔جو شخص اس کے بارے میں بیان کرتا ہے اس کی توحید کی ایسی عبارت ہے جسے واحد نے باطل کر دیا ہے

۳۔اس کا اپنے آپ کو ایک بنانا یہی اس کی توحید ہے اور جو (ناآشنا) اس کے بارے میں بیان کرتا ہے اس کا بیان زندیقیت ہے۔

واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم